خُورشِید بیگ میلسوی

ہو کس سے بیاں شانِ کریمانہ تری
یکتائے جہاں ذات رحیمانہ تری

عاصی ہے، خطا کار ہے، بے مایہ ہے
کیا حمد لکھے مجھ سا یہ دیوانہ تری

حلقۂ اہلِ قلم

فس نمبر 17، دوسری منزل صادق پلازہ مال روڈ لاہور

حلقۂ اہلِ قلم

دیدہ زیب اور خوبصورت کتب کا

واحد مرکز

اہتمام

سید اظہر عباس بخاری

انتخاب

علی حسین جاوید

نام کتاب	تو خالق ہے تو مالک ہے (حمدیہ)
شاعر	خورشید بیگ میلسوی
اشاعت	ستمبر 2010
تزئین و تدوین	مجید خاور میلسی، محمد عدنان خالد
سرورق	خوشی محمد ساجد
پسِ ورق	سعید انجم
کمپوزنگ	یاسر عباس فراز
پروف ریڈنگ	اعجاز دانش
ناشر	**حلقۂ اہلِ قلم**
قیمت	350 روپے

المدینہ دارالاشاعت یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

ادارہ اسلامیات نیوانارکلی بازار لاہور

کتاب سرائے اردو بازار لاہور

انتساب

اپنے پیارے والدین کے نام اس دعا کے ساتھ

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ۝

''اے ہمارے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور (تمام) ایمان والوں کی (مغفرت فرما) جس روز حساب و کتاب قائم ہو''

قوسِ قُزح

☆☆☆☆☆☆☆

آبگینۂ حیات

اصل نام : مرزا خورشید بیگ

قلمی نام : خورشید بیگ میلسوی

پیشہ : میڈیکل پریکٹیشنر

اصناف ادب : شاعری، نثر (تنقید)

ادبی وابستگی : صدر: بزمِ سخن پاکستان میلسی

سرپرست: حلقہ اہل قلم، ہاکس سوشل ویلفیئر آرگنائزیشن

ممبر: پاکستان رائٹرز گلڈ پاکستان

نگران: ادبی سلسلہ ''زرتاب'' میلسی

مطبوعہ تصانیف : جمالِ نظر (قومی سیرت ایوارڈ یافتہ) (اردو نعت)

ہجرتوں کے سلسلے (اردو غزل)

بشارتوں کے امین موسم (اردو غزل)

بارش کے بعد (اردو غزل)

زیر طبع : لمحے کب زنجیر ہوئے (اردو غزل)

لبِ فرات (سلام و منقبت)

نثری پیمانے (تنقیدی مضامین)

حرفِ گہربار (تنقید نعت)

سخن سرائے (کلیات)

رابطہ مرزا کلینک فدہ بازار میلسی ضلع وہاڑی 0302-7397438

ابتدا ہوتی ہے اس کے نام سے

پروفیسر گوہر ملسیانی

حمد بے حد جامع لفظ ہے لغوی معانی میں تو اسے خالقِ کائنات کی تعریف کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ مگر اس کی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بوقلمونی گلشن کی نکہت، غنچہ و گل کی رنگت، بادِ صبحگاہی کی نظافت، شمس و قمر کی نورانیت اور ابرِ باراں کی طہارت کو شرماتی ہے۔ اس کی وسعت بے کراں، اس کا تصور جاوداں، اس کی ٹمٹماہٹ مثلِ کہکشاں اور اس کی جامعیت کتابِ ہذا کی ترجماں ہے۔ اس میں تعریف کے علاوہ شکر، سپاس، احسان، اور صفت کے گہر ہائے گرانمایہ بھی چمکتے دمکتے ہیں۔ مگر حمد کا حقیقی نور تو اللہ کی ذات بابرکات سے وابستہ ہے۔ حمد کا جلال و جمال تو قرآن حکیم کی پہلی سورۃ الفاتحہ کے کلمہ الحمدُلِلّٰہ سے طلوع ہوتا ہے۔ یہ وہ پاکیزہ کلمہ ہے، جس کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اس کلمہ کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ گویا حمد ہی سے مناجات، دعا اور شکر کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی ذہن میں مستحضر رہے کہ حمد کے یہ لوازمات محدود ہیں، ان میں فیضیابی کا عنصر نمایاں ہے جب کہ حمد تو ہر اس جلال ہر اس جمال اور ہر اس کمال کا احاطہ کرتی ہے جو الحمید یہ کی ذات پاک کی صفات میں شامل ہیں۔

لائقِ حمد و ستائش صرف اللہ ربّ العٰلمین ہے کیوں کہ وہ خود فرماتا ہے کہ وہ سارے جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ ابتداء کا بھی مالک ہے اور انتہا کا بھی۔ وہ قرآن حکیم میں خود فرماتا ہے۔

وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (البقرہ ۲:۲۶۷)

"جان لو کہ اللہ غنی و حمید ہے۔"

تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایک مقتدراہ، بااختیار مدبّر ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرہ ۲: ۲۰)

''یقیناً اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

بلکہ وہ تو فرماتا ہے۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ (الاخلاص ۱۱۲: ۱،۲)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے اللہ یکتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، سب اس کے محتاج ہیں۔''

اس لیے تو اللہ تعالیٰ ہی سزاوار حمد ہے۔ کیونکہ وہ خالق ہے، مالک ہے۔ رب ہے، الٰہ ہے بلکہ اللہ ایسا اسمِ ذات ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں ایسا موزوں لفظ موجود نہیں ہے جو باری تعالیٰ کے لیے استعمال کیا جاتا ہو۔ قرآن حکیم میں جگہ جگہ اللہ کی خوبیاں اور صفات مختلف رنگِ اسلوب میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ ان کے تذکرے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ خود رب کائنات نے اجمالاً فرما دیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝

(لقمان ۳۱: ۲۷)

''اور جتنے بھی زمین میں درخت ہیں قلم بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اور اس کے ساتھ مزید سات سمندر ہوں تو اللہ کے کلمات پھر بھی ختم نہ ہوں، بے شک اللہ زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔''

مالک دو جہاں کا ذاتی نام اللہ اپنی وسعت، رفعت اور عظمت کے لحاظ سے بے پایاں ہے۔ اسی لیے اس نے اپنی کتاب میں واضح کر دیا ہے کہ ساری کائنات کا ایک ایک ذرہ، وہ جمادات ہیں یا حیوانات، پرند ہیں یا چرند، فضائیں ہیں یا ہوائیں، چاند ہیں یا ستارے، باد و باراں ہیں یا کہکشائیں، دشت و جبل ہیں یا چمنستان گویا زمین اور آسمانوں کی جملہ مخلوقات اسی کی حمد و ثناء بیان کرتی ہیں۔

''جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔'' (الحشر، الصف، الحدید)

''پس اللہ ہی کے لیے حمد ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے اور وہ غالب اور دانا ہے۔'' (الجاثیہ)

اس کے ساتھ ہی رب کائنات ''حمد'' بیان کرنے کا حکم بھی صادر فرماتا ہے۔

''اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرتے رہو اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس کی پاکیزگی بیان کرتے رہو۔'' (سورہ ق)

''اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کرو، اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی حمد کیا کرو۔'' (سورہ الطّور)

بے حد اختصار سے قرآن حکیم کی ان آیات کا حوالہ دینے کی کوشش کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو حکم دیا ہے کہ خالقِ ارض و سماوات کی حمد بیان کرو۔ یاد رہے کہ شعرائے کرام اور ادباء وہ شخصیات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے نوازا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا

(البقرہ ۲:۲۶۹)

''جسے چاہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت مل گئی سو درحقیقت اُسے خیر کثیر مل گئی''۔

کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں یہ خیرِ کثیر ودیعت ہوئی اور انہوں نے اپنے ذہن، اپنے ادراک، اپنی فکر، اپنے اسلوب اور اپنی تخلیق کے ذریعے اس خیرِ کثیر کا حق ادا کیا۔

قرآن حکیم کی ان ہدایات کے ساتھ ساتھ محسنِ انسانیت، خیر البشر، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے تصور اور اس کی ربوبیت، الوہیت، ابدیت، ازلیت، اختیار و مشیت کو حرزِ جاں بنایا جائے اور حمد و ثناء کی ضیا بار ساعتوں کو قلب و نظر کا نور بنایا جائے تو عصرِ حاضر کے حیران و پریشاں انسان کے مصائب و مشکلات کا مداوا ہو سکتا ہے اور حمد کی اہمیت کی سحر بھی نمودار ہو سکتی ہے۔ حضرت جویر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں شب کے چاند کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا:

> ''تم لوگ عنقریب اپنے پروردگار کو بغیر کسی دقت کے دیکھو گے، جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا اگر تم سے ہو سکے تو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل نمازوں میں (شیطان سے) مغلوب نہ ہونا تو ایسا ضرور کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا - الخ
(ق ۵۰:۳۹،۴۰)

سرورِ کائناتؐ، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو روز جزا کا تصور دلا کر کس قدر حسین انداز میں مالک روز جزا کی حمد بیان کرنے کا پیغام دیتے ہیں۔

تعلیماتِ شانِ کریمی، خُلقِ خلیلی، نُطقِ کلیمی میں ایسے ایسے لُولُوئے لالا ضوفشاں ملتے ہیں جن سے ذات واحد و یکتا کے احسانات کی نوازشیں انسان پر برستی ملتی ہیں۔ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کے کمال، احسان و انعام سے سرشار ہو جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ حمد و مناجات کا حق ادا کرے۔ وہ حمد و ثنا کی صدائیں بھیگی شبوں میں بلند کرے۔ ذرا شاہ وقت، آفتاب چرخِ ہدایت، مطلعِ نبوت، مقطعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر غور فرمائیے۔

''اللہ حیّ و کریم ہے۔ اس کو اس بات سے بڑی شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی بندہ اس کے روبرو ہاتھ پھیلائے اور وہ ان کو خالی یا نامراد واپس کر دے۔''

''حمد'' حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اظہار ہے۔ اس کی قدرت کی رعنائی کی گفتار ہے۔ اس کی مغفرت و بخشش کی بوچھاڑ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہاتھ پر شمار کرتے ہوئے فرمایا:

''تسبیح نصف میزان کو بھر دیتی ہے اور الحمد للہ اُسے پورے طور پر پُر کر دیتی ہے اور تکبیر جو کچھ آسمان اور زمین کے بیچ ہے سب کو بھر دیتی ہے۔''

مناجات کے تذکار بھی خزینۂ اسرارالٰہیہ، گنجینۂ انوار قدسیہ، تصفیۂ قلوب کاملہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ میں نگینوں کی طرح دمکتے ہیں۔ سید ابرار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے لڑکے! میں تجھ کو چند کلمے سکھا رہا ہوں۔ اللہ کو یاد رکھ وہ تجھ کو یاد رکھے گا۔ اللہ کو یاد رکھ تو اس کو سامنے پائے گا۔ جب بھی مانگ اللہ سے مانگ اور جب مدد کی خواستگاری کر و تو اللہ سے کر۔''

حمدِ ربِ کائنات کے بارے میں۔ ''وہ جو بعد از خدا بزرگ تُوئی قصہ مختصر، اکمل الناس، اجمل الناس، افضل الناس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ

(شرح اسماء الحسنٰی)

''میں تیری تعریف نہیں کر سکتا، تیری تعریف وہ ہے جو تو نے خود کی۔''

اب ذرا غور فرمایئے کہ کسے یاد ہے کہ اس مالکِ عرش و فرش، صاحبِ چرخ و ارض، رازقِ مور و مَلَخ کی حمد کا حق ادا کرے۔

کہہ سکے اس کو کون کیسا ہے
آپ ہی جانتا ہے جیسا ہے

وہ خود اپنی الوہیت اور بے مثل و بے مثال ہونے کا ذکر اپنی کتاب مبین میں یوں فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ ۴۲:۱۱)

''اس سے مشابہ (کائنات کی) کوئی چیز نہیں ہے، اور وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

قرآن و حدیث سے چنیدہ تسبیح و تحمید کے یہ نکات خصوصاً شعرائے کرام کی سخن طرازی اور حمد سرائی پر اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ قرآن مجید حمدِ رب کائنات کا گلدستہ ہے، یہاں تک کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بھی ایک حمد ہے۔ تلاوتِ قرآن کریم بھی تسبیح و تقدیس ہے۔ نماز و روزہ و حج بھی تسبیح و تہلیل ہیں۔ اس کائنات کے انسان کا ہر عمل جو فرمانِ الٰہی اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو حمدِ رب قدیر ہے۔ اسی میں شانِ عبودیت ہے، اسی میں دونوں جہاں کی عافیت ہے جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے، وہاں سے لے کر جہاں جا کر سورج غروب ہوتا ہے حمد و ثنا کا غلغلہ بلند ہوتا ہے اور یہ ذکرِ ربِ جلیل، یہ حمدِ خالقِ جمیل قیامت برپا ہونے تک دلوں کو گرماتی اور خالقِ کائنات کی الوہیت و خالقیت کو جگمگاتی رہے گی۔ سید ابرار حبیبِ غفّار، شافعِ یوم قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی اس کی تائید کرتا ہے۔

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک ''اللہ اللہ'' کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔''

تاریخِ شعر و سخن کا مطالعہ اردو زبان کے روزِ اوّل ہی سے حمد کی رعنائی سے مستفید

ہوتا رہا ہے۔ اگرچہ متقدمین شعرائے کرام کے ہاں حمد و نعت کی روایت جاندار نہیں ہے۔ صرف حصولِ برکت کے لیے ان شعراء نے اپنے دواوین کے آغاز میں حمد و نعت کا التزام کیا ہے لیکن اس کے باوجود ربِ کائنات کی عظمت، کبریائی اور یکتائی کی بادِ سحر گاہی دلوں کو مسحور کرتی ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی شان بیان کرنا اور لطف و عنایات، تشکر و فیض رسانی کے مضامین منظوم صورت، میں بیان کرنا حمد و مناجات ہیں۔ سترھویں صدی عیسوی کا آغاز اردو شاعری کے قدیم نمونوں کا مظہر ہے۔ محمد قلی قطب شاہ وہ پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں جن کے دیوان کا سرِ آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ قدیم لہجہ اور اسلوب، حمد کی مناجات کے چمنستان میں لے جاتا ہے۔ حمد کا مطلع یہاں درج ہے۔

بندہ ہوں گناہ گار، خدا میرا گنہ بخش
تج لطف کیرا فیض خدا منج کو سدا بخش

اللہ تعالیٰ سے استعانت، تشکر میں، نورِ رحمت، درد و الم میں شفا کے مضامین اشعار کی زینت ہیں۔ زیادہ تر مضامین میں شکر و احسان کی بھرمار ہے مگر اٹھارویں صدی عیسوی میں حمد نکھرتی اور حقیقی موضوع کو اپناتی ہوئی ملتی ہے۔ شاہ ولی گجراتی (وفات ۱۷۴۲ء) کا یہ شعر حمد کی خصوصیت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ ساری حمد ربِ کائنات کی الوہیت اور ربوبیت کے گلہائے رنگا رنگ کھلاتی ہے۔

ہر ذرۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی
یوں بُوجھ کہ بلبل ہے ہر اک غنچہ دہاں کا

یہ سلسلہ متوسطین سے ہوتا ہوا متاخرین تک پہنچتا ہے اور الحمدللہ کی فضا عطر بیز ہو جاتی ہے حمد کے مضامین کی بہارِ جاودانی، جلال و جمالِ خالقِ کائنات کی ضوفشانی اور قلب و نظر میں نمایاں ہدایاتِ قرآنی جدید اسلوب کی درخشانی میں ڈھل جاتے ہیں۔ اس عہد کے چند شعرائے کرام کی حمد یہ تجلیات اپنے مضامین زیادہ تر قرآنِ کریم سے چنتی ہیں۔ آیات قرآنی ان کی فکر کو ضیا بار کرتی ہیں۔

اکبرالہ آبادی کہتے ہیں:

ہر مرغ باغ تیری تسبیح پڑھ رہا ہے
ہر برگ کی زباں سے سنتا ہوں نام تیرا

حضرت انجم فرماتے ہیں:

مقدور کیا جو وصفِ خدائے علیم ہو
یارا نہیں، جو شرحِ الف لام میم ہو

حضرت اعجاز کا یہ شعر دیکھئے:

لے رہا ہے غنچہ کھل کے نام اللہ کا
بھر رہا ہے پتہ پتہ دم مدام اللہ کا

نظیرا کبرآبادی کی حمدیں اپنی عوامی رنگت لیے ہوئے ہیں اور نغمات مرغ وماہی کے حوالے سے ان کی زبان پر حمد وتسبیح کے نئے انداز میں غنچے چٹکتے ہیں۔

کیا ہدہدوں کی حق، حق، کیا فاختاؤں کی ہو ہو
سب رٹ رہے ہیں تجھ کو، کیا پنکھ کیا پکھیرو

علامہ اقبال اپنی فطرت نگاری، فکری سرشاری اور تعلیمات قرآن کی شعلہ باری سے مرصع ہوکر سخن دانی کے پھول کھلانے لگے تو انہوں نے شاعری کی فضا ہی بدل کر رکھ دی، ان کا کلام کتاب نور کی دعوت عمل کا مرقع ہے، حمد ونعت اگرچہ علیحدہ صنف سخن ہے اور شعراء کرام نے ان موضوعات کا حق اپنی شعری صلاحیتوں کے مطابق ادا کیا ہے بارگاہِ رب العالمین میں گلہائے حمد بحسن وخوبی پیش کئے ہیں۔ اپنے دعوٰی کی دلیل کے لیے چند اشعار خورشید بیگ میلسوی کے پیش کروں گا۔

کون ہے موت سے خورشید بچانے والا
کون ہے آگ کو گلزار بنانے والا

جز ترے کوئی نہیں، کوئی نہیں ہو سکتا
گلشنِ زیست کو پھولوں سے سجانے والا

؎ وہ آئینے کو کبھی ریزہ خذف کر دے
کبھی گہر کو نوائے لب صدف کر دے

یہی تعلیم تو کتابِ نُور میں ضوفشاں ہے۔ قادر مطلق فقط اسی کی ذات ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ٥ کا فرمان تمام جھوٹے خداؤں کو قعرِ مذلت میں ڈال دیتا ہے۔ یہی ذات خداوند کا نشانِ خلاقی ہے۔ اسی سے خورشید بیگ اپنے فکر و خیال کی جلا پاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موضوعات حمد میں خدائے واحد مطلق کائنات حمد کا مرکزی نقطہ ہے۔ اسی سے الٰہِ حقیقی کا سورج طلوع ہوتا ہے اور اسی سے شرک و باطل کی ظلمتِ شب کافور ہوتی ہے۔ اسی سے انسان کی جسمانی اور روحانی قوت کائنات میں نمودار ہوتی ہے، اسی سے انسان کو غلبۂ تعمیر و تسخیر ملتا ہے۔ کیونکہ انسان کی فکری، ذہنی اور تصوراتی طاقتیں اسی سے جلا پاتی ہیں اور تخلیق و ایجاد کی تحریک بھی اسی سے ملتی ہے۔ شاعر کا جوہرِ اظہار اسی قادر مطلق کی ودیعت کا مرہونِ منت ہے۔ ان خیالات کی روشنی میں جب ہم خورشید بیگ میلسوی کے تصورات و جذبات کو ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' کے اشعار میں دیکھتے ہیں

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ:۱۰۷)

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔'' کی خصوصیات اور قدرتیں چمکتی دمکتی ملتی ہیں۔

؎ اے داور روز جزا، اے مالکِ ارض و سما
اے خالقِ ہر دو سرا، اے لائقِ حمد و ثنا
کوئی نہیں تیرے سوا
میرے خدا میرے خدا

؎ یہ دشت و بن یہ بحر و بر، برگ و شجر گلہائے تر
کوہ و دمن، لعل و گہر، یہ کہکشاں، شمس و قمر

تیری عطائے بے بہا
میرے خدا، میرے خدا
تجھ سے بڑھ کر ہے کون عالی شان
تو ہی دونوں جہاں کا ہے سلطان
ہر دو عالم پہ ہے ترا احسان
اے غفور الرحیم اے رحمان
تیری عظمت کا کیا ٹھکانہ ہے
تیری رفعت کا کیا ٹھکانہ ہے
تیری رحمت کا کیا ٹھکانہ ہے
اے غفور الرحیم اے رحمان

حسنِ کائنات کا تذکرہ صنفِ حمد کا ایک ایسا پُر نور موضوع ہے، جس کی وسعت کراں تا کراں ہے۔ خیال و فکر اور فہم و فراستِ کی رسائی اس کے جملہ مظاہر و نقوش کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کی ضیائیں قوسِ قزح کے رنگوں میں، اس کی صدائیں دشت و جبل کی فضاؤں میں اور اس کی ادائیں چھم چھم برستی گھٹاؤں میں ان کے کلام میں ضیائیں بکھیرتی نہیں ملتیں مگر ان کی نظم و غزل میں حمد کے گہر ہائے گرانمایہ ضیا بار ملتے ہیں۔ مضامین کی جلوہ گری حمد کو جدید ڈکشن سے مزین کرتی ہے اور معرفتِ ربّ کے علم و یقیں کی گرہیں کھولتی ہے۔ وہ جذبۂ نیم شبی سے دل کا گداز اُجاگر کرتے ہیں۔ گریۂ نیم شبی میں جب شیشۂ دل ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔ تو حمد کا ایک نیا روپ جنم لیتا ہے۔ یہ منظر حمد دیکھئے۔

؎ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

علامہ اقبال کی حمد کی بہار آفرینی کی کہکشاں سجانے لگوں تو ایک اور کتاب منصۂ شہود پر آ جائے گی صرف حمد کی قوسِ قزح کا ایک رنگ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ خالق دو

جہاں نے قرآنِ حکیم میں درد والم میں صلوٰۃ اور صبر سے مدد لینے کا حکم دیا ہے۔ کیوں کہ سجدہ ریزی سے ایک تو عجز بشر آشکارا ہوتا ہے۔ دوسرا ربّی الاعلیٰ کا کلمہ انسان کو دبدبہ، شکوہ اور قوت وسطوت عطا کرتا ہے۔ اسی حمد یہ کیفیت کا اظہار اقبال کے اس شعر سے مترشح ہوتا ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

عصرِ حاضر میں حمد ایک موضوعاتی صنف سخن بن کر ابھری ہے۔ ماضی کی روائتی برکات خال خال نظر آتی ہیں۔ اب حمد میں مضامین کی فراوانی، نظامِ فکر کی تابانی اور شوکت اظہار کی طغیانی، عالمگیر حقیقت بن گئی ہے۔ اب لفظی بازیگری اور محض قافیہ بندی کی کاریگری قابل ستائش نہیں رہی۔ بلکہ حقیقی خیال آفرینی، صنفِ حمد کی فطری درخشانی اور وسعتِ مضامین کی ترجمانی کائناتِ حمد کی فصلِ بہار متصور کی جاتی ہے۔ اب کتابِ ہدایت میں ذات، صفات، اختیارات وحقوق کے بیان کردہ جملہ پہلوؤں سے انحراف اوران سے تجاوز حمد کی حدود میں مداخلت سمجھا جانے لگا ہے۔ صرف روایت نبھانا ہی حمد کو باکمال بنانا نہیں ہے۔ بقول اقبال اب حسنِ حمد فطرت کی حنابندی میں ہے:

کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی غمازی
گستاخ ہے کرتا ہے فطرت کی حنا بندی

آیئے جناب خورشید بیگ میلسوی کے مرقعِ حمد ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' میں ان کے نظامِ فکر کی رعنائی، معنی آفرینی سے شناسائی، جدید اسلوب میں توانائی اور جذبۂ احساس کی پہنائی کے گلہائے سدا بہار کو چن کر کیفِ مدام کا سماں پائیں اور ربِ جلیل کی صفات مطہرہ، شانِ منورہ اور عظمتِ فاخرہ سے اپنے قلب ونظر کے لیے تنذیہ وتطہیر کا لمحۂ تمجید حاصل کریں۔

خورشید کے حمدیہ کلام میں پھولوں کی نکہت قاری کے مشام جاں کو مہکاتی ہے اور

چڑیوں کی چہکار جذبۂ دل کو گرماتی ہے۔ طاؤس کے رقص کی جھنکار سماعت کو بہلاتی ہے۔ غنچوں کے چٹکنے کی صدا قلب ونظر کو تڑپاتی ہے۔ عجز وانکساری روحِ بشر کو شرماتی ہے بلکہ جب ان کی شوخی وسپردگی کا حمدِ باری میں مطالعہ کرتے ہیں تو بندگی کی رفعت جھوم اٹھتی ہے اور انسان پکار اٹھتا ہے:

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خورشید بیگ میلسوی کی حمد میں خیالات کا محور ربِ کائنات کی ذات ہے۔ ان کے سامنے قرآنی آیات بینات کا وہ خزانہ ہے جس سے وہ لولوئے لالا چن کر حمد الٰہی کو سجاتے ہیں۔ کائنات میں اس کی ذات کی تجلیات سے کاکُلِ حمد کو منور کرتے ہیں۔ گلشنِ زیست کے خزاں رسیدہ پھولوں کو معطر کرتے ہیں یہاں خورشید کی حمد میں وہ تمام خوبیاں جو صفتِ الٰہی سے جگمگاتی ہیں وہ ان اشعار میں جلوہ نما نظر آتی ہیں۔ جمیل الشیم، شفیع الامم، گنجِ نعم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حسنِ لازوال کے لیے اپنے نطقِ مبارک سے فرمایا ہے۔

''اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کا خالق ہے اور ہر جمال اسے پسند ہے۔''

اس لیے اس کی حمد وثنا میں یہ تذکار نور وجمال، قوت وجلال اور تابندہ خیال قلب ونظر کی ضیا، اسلوب واظہار کی ردا اور مصور کمال کی جلا بنتے ہیں۔ جب ہم خورشید بیگ کی سوچوں کے سمندر میں غوطہ زن ہو کیسرِ صدفِ حرف سے گہرہائے گرانمایہ چنتے ہیں تو ان سے اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض کی تجلیات فکر ونظر اور مشاہدۂ فلک وارض کی دعوت دیتی ملتی ہیں۔ خورشید کے افکار حمدِ ربِ جلیل کے سرود پر اس طرح گنگناتے ملتے ہیں کہ اللہ کے حسن کی تحسین ہر صدا میں رس گھولتی ملتی ہے۔ کائنات میں قادرِ مطلق کا بکھرا ہوا حسن وجمال موضوعی اور معروضی انسانی فطرت کو منور کرتا دکھائی دیتا ہے۔ حقیقتاً انوار الٰہی ہر جگہ درخشاں ہیں۔ خود انسان کی اپنی آنکھ میں اس کا نور چمکتا ہے اور اگر قلبِ سلیم ہے تو اس کے اندر بھی اللہ کا نور چمکتا ہے۔ عقل وشعور اور جسم وروح میں اسی کا نور ہے۔ یہاں تک کہ پتھروں اور جواہرات میں اسی کا نور ہے۔ خورشید نے ان مناظر سے لپٹ لپٹ کر اس نور کو اپنے قلب و

نظر میں سمویا ہے۔اس رنگ کے کتنے ہی آہنگ ہیں جو خورشید کی ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' میں حرف وصوت کو متاثر کرتے ہیں اور یہ نقوش وآثار کی دلآویزیاں روح کی پہنائیوں میں اترتی چلی جاتی ہیں۔خورشید کی کائناتِ حمد ایسے جواہر پاروں سے جگمگا رہی ہے جو ہر نظر اور ہر سوچ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

سحر و شام کی گردش پہ نظر ہے اس کی
شب کو دن، دن کو شب تار بناتا ہے وہی
کور چشموں کو کبھی نورِ بصیرت دے کر
حاصلِ دیدۂ بیدار بناتا ہے وہی

تو ہی افضل ہے تو ہی برتر ہے
ذرّہ ذرّہ یہ انکشاف کرے

دل میں امید کی قندیل جلائی ہوئی ہے
تری رحمت نے مری آس بندھائی ہوئی ہے
کون ہو سکتا ہے اس خالقِ اکبر کے سوا
جس نے یہ بزم قرینے سے سجائی ہوئی ہے

تو ماورا ہے اوج و عروجِ کمال سے
ہے تیری ذاتِ پاک مبرّا مثال سے
ہر ذرّہ کائنات کا مشغول حمد ہے
غافل نہیں ہے کوئی بھی تیرے خیال سے

ہے مکاں بھی ترا، لامکاں بھی ترا
یہ جہاں بھی ترا وہ جہاں بھی ترا

دشت و صحرا ترے، کوہ و دریا ترے
خار و خس بھی ترے، گلستاں بھی ترا
آبجو بھی تری، خشک و تر بھی ترے
آبشاروں کا بیلِ رواں بھی ترا

چشمِ بینا ہے تو خورشید و مہ و اختر میں دیکھ
جلوہ ساماں ہے اسی کی ذات ہر پیکر میں دیکھ
کس نے بخشی ہیں زمین و آسماں کو وسعتیں
کس نے دی ہے طاقتِ پرواز بال و پر میں دیکھ
ضوفشاں، خورشید اس کے حسن کی پرچھائیاں
دل کی آنکھوں سے تو صبح و شام کے منظر میں دیکھ

سورۂ الفاتحہ کے موضوعات و مضامین کی بوقلمونی حمدِ باری تعالیٰ کے نشیب و فراز کی تفصیلی گفتگو کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس سے لاتعداد زاویہ ہائے حمد و ثنا نکلتے ہیں۔ آغاز ہی الحمد لله سے ہوتا ہے جس میں اللہ کے سوا کوئی سزاوارِ حمد نہیں پھر اللہ کی کبریائی کا اظہار ہے جس میں رحمان و رحیم کی اعلیٰ صفات مذکور ہیں، ساتھ ہی اُخروی زندگی کی مسند بچھا کر اللہ کی ملکیت و قدرتِ کاملہ کا اظہار کر دیا ہے۔ اس کے بعد کے کلمات اس قدر جامع ہیں کہ انسانیت خالقِ کائنات کی محتاج ہے۔ اس کو اگر چہ نیابت کا منصب عطا کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ مجبورِ محض ہے اور اسی کے سامنے سر بسجود ہونے، عجز و نیاز پیش کرنے اور ہر درد و الم، خواہش و تمنا اور عمل و فعل میں اسی کی استعانت کی طالب ہے۔ حمد کے موضوعات اور مضامین اسی نورِ استعانت سے درخشاں ہیں، شعرائے کرام کی حمد گوئی، حمد نگاری اور حمد سرائی اللہ کی قدرتوں، عظمتوں اور فضیلتوں کے زرِ توحید سے جگمگاتی ہیں۔ ان تجلیاتِ توحید الٰہی میں عبدیت و اطاعت کا نظام، حیاتِ انسانی کو شگفتگی عطا کرتا ہے۔ ایمان کو تقویت دیتا ہے۔ آرزوؤں کو توانا کرتا ہے۔ قدم قدم پر اللہ کی مدد اُسے پکارتی ہے اور ایمانی قوت اسی کی

طرف لپکتی ہے۔ پھر درد آشنائی اور غمگساری کی لہریں پھیلتی ہیں اور حیات انسانی کو آسودگی دیتی ہیں۔ حمد کا یہ عنوان خورشید بیگ کے ہاں ایک جانگداز کیفیت رکھتا ہے۔ ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' میں حمد کی ایسی دلفریب اور جوش و جذبہ سے لبریز قلبی وارداتیں کہکشاں کے ستاروں کی طرح ضوفشاں ملتی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے خورشید کی حمد سورہ الفاتحہ کے ضیابار نگینوں سے چمک حاصل کرتی ہے۔ دیکھئے:

کوئی چھوٹا بڑا، شاہ ہو یا گدا
سب کی خاطر کھلا تیرا دربار ہے
مہر و الفت سے سینوں کو آباد کر
نفرتوں کا یہاں گرم بازار ہے
مرزا خورشید پر ہو نگاہِ کرم
تیرا بندہ ہے بے شک گنہ گار ہے

رنج و آلام و مصائب بھی اسی کی ہیں عطا
لذتِ تسکین و راحت بھی خدا کی دین ہے
دور رکھتی ہے گناہوں سے وہی ذات کریم
دولتِ رُشد و ہدایت بھی خدا کی دین ہے
کیوں نہ پھر خورشید اس کی ذات کا ممنون ہو
قدرتِ فہم و فراست بھی خدا کی دین ہے

دل میں جگا کے اپنی محبت کی آرزو
آزاد کر دیا مجھے رنج و ملال سے
میں کیوں کسی کے سامنے پھیلاؤں اپنے ہاتھ
مجھ کو نوازتا ہے وہ رزقِ حلال سے

اے منبعِ جُودوسخا، اے والیٔ فقروغنا
اے مخزنِ حرف و صدا اے معدنِ فہم و ذکا
مجھ پہ بھی ہو چشمِ عطا
میرے خدا، میرے خدا

اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے حیات و ممات
وہی چراغ جلاتا وہی بجھاتا ہے
اسی کے ذکر سے مٹتی ہے تشنگی میری
اسی کا ذکر مری تشنگی بڑھاتا ہے
جو اس کے پاس چلا جائے پھر نہیں آتا
جو اس کے پاس سے آتا ہے لوٹ جاتا ہے

حمد تہذیبِ اسلامی کا گلِ سرسبد ہے۔ اس میں اسلام کی نظریاتی لہریں موجزن ہیں۔ دینِ اسلام کی جملہ خوبیاں اس کے ضمیر میں شامل ہیں۔ کائنات کی حدود میں اگرچہ اسلام کی تہذیبی و تعلیمی، عباداتی و معاملاتی ضیائیں اپنا رنگ دکھاتی رہی ہیں، لیکن بعثتِ خاتم النبین ﷺ سے پہلے کی یہ تمام رنگینیاں، ظلمتوں میں تبدیل ہوتی رہیں۔ محسنِ انسانیت ﷺ آئے اور صحیفۂ ربانی لائے تو جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے کو بھگا کر تہذیب اسلامی کا نور پھیلا گئے اور تحمیدِ ربِ جلیل کی شمعیں جلا گئے جو روزِ حشر تک اس دنیا میں آنے والے انسانوں کو ربوبیت اور للّٰہیت کی روشنی فراہم کرتی رہیں گی۔ اس نورِ علم کے جلوے قرآن کریم میں دنیا کو اپنی طرف کھینچتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ انسانیت آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ ذرا ان آیات پر غور کیجیے۔

تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ o اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ o وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ

الْمُحْسِنِيْنَ o (الاعراف ۷:۵۴تا۵۶)

''بڑا بابرکت ہے اللہ۔ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔ اپنے رب کو پکارو، گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین پر فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور خدا ہی کو پکارو، خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ، یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔''

اسلامی زندگی کی روح ان آیات کے ایک ایک لفظ میں جھلکتی ہے۔ اسلامی تہذیب کی یہی روح حمد کے ایک ایک شعر میں تڑپتی ہے۔ حمد کا تشخص اسی سے واضح ہوتا ہے۔ ''بڑا بابرکت ہے اللہ'' اپنے اندر تو یہ دو الفاظ خیالات و تصورات کی دنیا بسائے ہوئے ہیں بلکہ یہ تہذیب تو دوسری اقوام کی تہذیبوں، تمدنوں اور ثقافتوں سے یکسر مختلف و ممتاز ہے۔ اسی لیے حمد کو یہ حقیر بندہ اسلامی تہذیب کا گلِ سرسبد کہتا ہے۔ کیا آپ نے کسی تہذیب کے پیروکاروں کی زبان پر۔ اللہ اکبر، سبحان اللہ، ماشاء اللہ، جل جلالہ، استغفر اللہ، یاحی یاقیوم، سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم اللہ غنی حمید، اللہ الصمد، جیسے کلمات چمکتے دیکھے ہیں؟ یہ صرف اور صرف اسلامی تہذیب کی رعنائی ہے اور اسے بابرکت اللہ نے اپنے پیارے رسول حکیم و محکم، عظیم و معظم عالم و معلم ﷺ کی تعلیمات کا جزو قرار دیا ہے۔ اب یہ کلمات ادبیات اور علوم و فنونِ اسلامی کا جزو لاینفک ہیں۔ تحمیدِ ربِ کائنات میں یہ جواہر پارے قوسِ قزح کے رنگوں تک بکھرے ملتے ہیں۔ حمد گو شعرائے کرام ان اسلامی تہذیب و ثقافت کے نجم السحر کی طرح چمکتے کلمات سے اپنے کلام کا حسن و جمال پاتے ہیں۔ خورشید بیگ میلسوی ان عشقِ حقیقی کی کرنوں سے قلبی اور ذہنی ضیائیں پاتے ہیں۔ حمد کے اس دھارے میں ان کے ہاں جوش و جذبہ بھی ہے اور کیفیتِ غنائیت بھی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے گردابِ ادب میں لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کا پتوار عطا کیا ہے اور علمِ احسن

تقویم کے جمال کے اظہار کی قوت عطا کی ہے۔آیئے حمد کی ان ضیا ربار ساعتوں میں خورشید کی عصری آگہی اور فکری صناعی کی صداقتوں سے چٹکتے غنچوں کی خوشبو سے مشام جاں کو معطر کریں:

ذاتِ باری ماورا ہے عزت و تکریم سے
سرنگوں ہر شے ہے اس کے سامنے تعظیم سے
ساری مخلوقات میں بخشا مقامِ امتیاز
اس نے انساں کو پکارا "احسنِ تقویم" سے
بارگاہِ ایزدی میں اشک ہائے انفعال
درحقیقت ہیں فزوں تر کوثر و تسنیم سے
پیکرِ خاکی کو بخشا علم "اِسماء الرجال"
بہرہ ور اس نے کیا انسان کو تعلیم سے

❁……❁……❁

"لاتقنطوا" سے دل کا شبستاں اُجال کر
خورشید ہر خطر سے مجھے دور کر دیا

❁……❁……❁

کون ہے مثلِ تُو "لاشریک لہٗ"
تو ہی حمد و ثنا کا سزا وار ہے

❁……❁……❁

تو خالقِ عظیم ہے، اے ربِ ذوالجلال
رحمٰن ہے، رحیم ہے، اے ربِ ذوالجلال
کب سے ہے تیری ذات کسی کو خبر نہیں
تو آخر و قدیم ہے اے ربِ ذوالجلال

❁……❁……❁

تو جسے چاہے اُس کو عزت دے

تو جسے چاہے اُس کو ذلت دے
دینے والے مجھے محبت دے
اے غفور الرحیم اے رحمان

تو سکونِ دل تو قرارِ جاں، تری شان جل جلالہٗ
مرے راز داں، مرے مہرباں، تری شان جل جلالہٗ
یہ نظامِ عالمِ بے کراں، ترے حکم سے ہے رواں دواں
ترا اقتدار ہے جاوداں، تری شان جل جلالہٗ

بخش دے مجھ کو ایقانِ لاتقنطوا
میرے دل کے شجر کو ثمر بخش دے

مرغانِ چمن ہیں نغمہ سرا، سبحان اللہ
کرتے ہیں تری تحمید و ثنا سبحان اللہ
مخمور ہوا، معمور ہوا، مسرور ہوا
جس دل نے کہا سبحان اللہ، سبحان اللہ

حمد کے ساتھ ساتھ مناجات اور دعا بھی شعرائے کرام کے کلام کا حصہ رہی ہیں۔ شاعر بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو کر اس طرح دعا کرتے ہیں جیسے باتیں کرتے ہوں۔ اپنی فروتنی ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کرتے ہوئے التجا کرتے ہیں، دعا مانگتے ہیں۔ حقیقتاً یہ عجز و نیاز کی وہ کیفیت ہے کہ انسان تنہائی میں اور رات کے بھیگتے لمحوں میں ارحم الراحمین کے حضور عرض پرداز ہوتا ہے۔ اپنی بے بضاعتی کو بے حد الحاح کے ساتھ پروردگارِ عالم کے حضور پیش کرتا ہے۔ اقبال نے اسے آہِ سحر گاہی کہا ہے۔ عربی، فارسی اور اردو میں شعرائے کرام کی مناجاتیں بے حد مقبول ہیں کیونکہ سنتِ خیر البشر، صاحبِ شق القمر بیاضِ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلو بھی اپنے اندر عجز و انکساری کی درخشاں کیفیتیں رکھتا

ہے۔اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اور اصفیائے کرام رحمہم اللہ کی زندگیاں بھی گلستانِ مناجات کی نکہت فشاں فصلِ بہار رکھتی ہیں۔"تُو خالق ہے تُو مالک ہے" کے یہ حمد اور مناجات کے چٹکتے غنچے اپنی علیحدہ علیحدہ بو باس رکھتے ہیں۔ان مناجات میں صبح دم چہچہاتی چڑیوں کے دل کش نغمے بھی ہیں اور بادصبا کی ملائمت و نظافت بھی۔ ان مناجات کی بُنت اسلامی تہذیب کا رنگ رکھتی ہے کیونکہ یہ قادرِ مطلق کی بارگاہ میں پیش ہو کر شرک و باطل کی جڑیں کاٹ دیتی ہیں۔ یہ وہ رات کے پچھلے پہر میں آنکھوں سے برستے ہوئے موتی ہیں جنہیں رب کائنات محبوب رکھتا ہے۔ یہ معرفت الٰہی کے پانے کا ذریعہ ہیں۔ان میں شدت کرب بھی ہے اور نفس امارہ کی گرفت سے نکلنے کی چاہ بھی۔خورشید عرفان و ایقان اور علم و آگہی کا کاسہ لیے، رحمٰن و رحیم کے در پر جا پہنچتے ہیں جو کہتا ہے کاسۂ گدائی لے کر آؤ تو سہی، اپنی طلب کا دامن پھیلاؤ تو سہی، آرزو کے دیپ جلاؤ تو سہی۔

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ .... (ق ۵۰:۱۶)

"ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

گویا قدرت کاملہ خواہشات انسانی کا مکمل ادراک رکھتی ہے، زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اس کے حضور باریاب ہوتا ہے۔شرط یہ ہے سلیقۂ کلام ہو اور خورشید بیگ میلسوی سلیقۂ مناجات میں طاق اور صاحب کمال ہیں، اس کی عزت سے آشنا ہیں۔ "لذت تیشہ از کوہکن باید پُرسید" کے مصداق آیئے قلبِ مناجات میں جھانکتے ہیں:

گمرہی سے ترا عرفان بچاتا ہے مجھے
تیری ہی ذات کا ایقان بچاتا ہے مجھے
جب گناہوں کی طرف میرے قدم اٹھتے ہیں
تیرا احسان، بصد شان بچاتا ہے مجھے
کرب لمحوں سے وہی دیتا ہے خورشید نجات
کیسے کہدوں مرا وجدان بچاتا ہے مجھے

❁......❁......❁

اس نے صد شکر کہ اثبات میں رکھا ہوا ہے

اس نے صد شکر کہ اثبات میں رکھا ہوا ہے
مجھ کو مصروف مناجات میں رکھا ہوا ہے
وہی بے حوصلہ ہونے سے بچاتا ہے مجھے
جس نے انسان کو خطرات میں رکھا ہوا ہے

تیرے فیضانِ نظر کی ہے طلب مولا مجھے
مجھ کو ڈر ہے لے نہ ڈوبے نفسِ امارہ مجھے
میں ضعیف و ناتواں ہوں میرے مولا رحم کر
امتحانوں سے گزرنے کا نہیں یارا مجھے

وقتِ پیری بھی، تری حمد و ثنا میں گزرے
جب تلک جان ہے، یہ فرض ادا ہو، آمین
فکرِ خورشید میں تنویرِ حقیقت بھر دے
اس کے اشعار میں تاثیرِ غنا ہو، آمین

خورشید بیگ میلسوی بے حد حساس شاعر ہیں۔ سوز و گداز جو حمد و مناجات کی روح کا صدقہ ہے ان کے حسنِ اظہار کی متاعِ عزیز ہے۔ جب وہ احساس کی تاروں کو مضراب دکھاتے ہیں۔ تو ایک ایسی ترنم ریز صدا نکلتی ہے جو دلوں کو تڑپاتی جاتی ہے۔ ان کا یہ احساس ذاتی اور انفرادی نہیں رہتا بلکہ اس کی جامعیت قاری یا سامع کے دل کی دھڑکن بن جاتی ہے۔ یہ حقیقت ان کی حمد کو نیا جمال عطا کرتی ہے۔ یہ داخلی آہنگ ان کے فن کو صداقت و نظافت کی بہاریں عطا کرتا ہے۔ اشعار نیا آب و رنگ اپناتے ہیں۔ جدید اسلوب اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ فصاحت و بلاغت کا سورج بن کر طلوع ہوتا ہے۔ جس کی شعاعیں حمد و ثنا کے اشعار کو پُر تاثیر انوار اور رنگین اثمار عطا کرتی ہیں۔ الفاظ و تراکیب کی کہکشائیں، خیال و فکر کی ضیائیں اور حسن و جمالِ اسلوب کی ادائیں فنِ شعر کو پر کشش بنا دیتی ہیں۔ جذبات و احساسات اپنی نئی دنیا آباد کرتے ہیں۔ جس کو حمد و ثنا کی گھٹائیں پُر بہار اور مناجات کی التجائیں ذی وقار بنا دیتی ہیں۔ آرزوئیں اور تمنائیں دھوپ کے صحرا سے نکل کر مہکتے اور لہکتے

گلشن میں الطاف و اکرام الٰہی پاتی ہیں۔ اسلوب کی جدت، خیال کی ندرت، احساس کی حدت اور جذبے کی حرارت خورشید کے حمدیہ کلام میں مخصوص رنگ و آہنگ بن جاتے ہیں اور ہر انسان کی قلبی واردات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ آیئے خورشید کے گلزارِ حمد و مناجات کی سیر کریں اور روحِ احساس کی غذا پائیں۔

قلبِ مومن ہے مثلِ آئینہ
جب کرے بات صاف صاف کرے
خواہشِ دید ہے جسے رب کی
خانۂ دل میں اعتکاف کرے

❁......❁......❁

خامشی کو سخن آثار بناتا ہے وہی
کشتِ ویران کو گلزار بناتا ہے وہی
عسرت و غربت و افلاس دیئے ہیں جس نے
بے زر و مال کو زردار بناتا ہے وہی

❁......❁......❁

یہ دشت و بن، یہ سمندر یہ سربکف کہسار
عقیق و لعل و گہر، تیری حمد کرتے ہیں
اندھیری شب میں فروزاں، یہ کرمکِ شب تاب
پیمبرانِ سحر، تیری حمد کرتے ہیں

❁......❁......❁

ستارگاں کو جو افلاک پر بکھیرتا ہے
ہمارا رزق وہی خاک پر بکھیرتا ہے
جمال و نور سے گوندھے ہوئے ہزاروں نقوش
وہ کائنات کی پوشاک پر بکھیرتا ہے
کبھی وہ اشکِ ندامت کو جگنوؤں کی مثال

ہمارے دیدۂ نمناک پر بکھیرتا ہے
کمالِ فن سے، مری خاک، صانعِ مطلق
سمیٹتا ہے، کبھی چاک پر بکھیرتا ہے
اسی کے حکم پر خورشید ابر بارندہ
گلِ بہار کو خاشاک پر بکھیرتا ہے

❁……❁……❁

مرے حال سے نہیں بے خبر، مرا کوزہ گر
کہ ہے شاہ رگ سے قریب تر، مرا کوزہ گو
کہیں جانِ جاں، کہیں مہرباں، کہیں رازداں
کہیں نکتہ بیں، کہیں نکتہ ور، مرا کوزہ گر

❁……❁……❁

خورشید بیگ میلسوی کی حمد و ثنا میں جدید اسلوب کے حوالے سے متنوع موضوعات و مضامین کے جدید تجربات کسی دوسرے حمد نگار کے کیسۂ فکر میں نظر نہیں آتے۔ تحمیدِ ربِ جلیل کے لیے ان کے استعارے اور تشبیہات ان کے اسلوب میں قوسِ قزح کے رنگ بھرتے جاتے ہیں بلکہ ان کی نزاکتِ خیال فصلِ بہار میں پھوٹتی نرم و نازک کونپلوں کو بھی شرماتی ہے۔ ان کے ہر موضوع کا رنگ زندگی کے گلہائے رنگا رنگ سے حاصل کردہ ہے۔ ان کے نکھرے ہوئے شعور اور مشاہدے کی گہرائی کا حسن ان کے اسلوب کو چمک دمک سے نوازتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جذبہ، فکر احساس اور تجربہ مل کر حمد کا تانا بانا بنتے ہیں۔ لفظیات، تراکیب اور تشبیہات نرگس کے دور تک پھیلے ہوئے پھولوں کی طرح جھوم جھوم کر خوشبوئیں پھیلاتی ہیں۔ ان کی انفرادیت کا یہ رنگ ان کا اپنا ہے، جس میں موضوعی اور معروضی تصویریں ان کی اپنی ہیں، حمد کے جملہ نقوش ان کے اپنے ہیں، وہ مزاج شناسِ حمد و ثنا ہیں۔ ان کے اس جانگداز ہنر پر روحِ عصر بھی جھوم اٹھتی ہے۔

مجھ سا بے مایہ تری توصیف کے قابل کہاں

کر دیا تیری عنایت نے سخن آرا مجھے
بس ترا ہی ورد کرتا ہوں میں سوتے جاگتے
ہے ترا نامِ مقدس جان سے پیارا مجھے

حمد و ثنا کے باب میں وہ خوش نصیب ہوں
اس کارِ خیر پر جسے مامور کر دیا
حرف و قلم بھی بے خود و سرشار ہو گئے
ذکرِ خدا نے اس قدر مخمور کر دیا

مرے خیال کو تجسیم کر مرے مولا
بکھر گیا ہوں مجھے پھر سے صف بہ صف کر دے
اتر گیا ہے رگ و پے میں جو لہو بن کر
مجھے وہ کیسے کسی غیر کی طرف کر دے
اسی کا نام ہی خورشید ''اسمِ اعظم'' ہے
اُسی کے نام کو اپنے لبوں سے لف کر دے

وہی ''قیوم'' بھی ہے ''دائم'' بھی
انتہائے ثبات ہے مرا رب
زندگی بندگی سے ہے خورشید
اپنے بندے کے ساتھ ہے مرا رب

خورشید بیگ کی حمد میں کوئی پراسراریت یا ماورائیت نہیں ہے۔ اگر چہ الفاظ رموز و علائم کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ مگر تصحیح تصویر، صداقتِ احساس اور معنویت ان کے فن کو دلآویز بتاتی ہے۔ ان کی ہر حمد، ہر مناجات نئی ڈکشن، وسعتِ خیال، ندرتِ فکر اور حسنِ مضمون کی ثروت سے مالا مال ہے۔ نہ کہیں تصنع ہے نہ بناوٹ البتہ تاثیر اور سوز و گداز کی

دھیمی دھیمی لے ترنم ریز ملتی ہے۔ ایک اور بات جس نے مجھے متاثر کیا ہے وہ ان کا اسلامی تہذیب سے مزین اسلوب اور شائستہ لہجہ ہے جو حمد کی تنزیلی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔

مرے کلام کو حسنِ بیان دے سائیں
میں بے زبان ہوں مجھ کو زبان دے سائیں
مرے سخن کو عروجِ سخن عطا کر دے
مری غزل کو نئی آن بان دے سائیں
قدم قدم ہے کڑی دھوپ کا سفر در پیش
برہنہ پا ہوں کوئی سائبان دے سائیں
ہر ایک حرف کو سورج مثال کر مولا
زمینِ فن کو نیا آسمان دے سائیں

❁......❁......❁

اے خداوندِ ازل جو ترا ممنون نہیں
کون کہتا ہے وہ انسان ہے مجنون نہیں
تیرا قانون ہے دستورِ حیاتِ دوراں
تیرے قانون سے بڑھ کر کوئی قانون نہیں
تیرا فرمانِ معظم ہے، نبیؐ کی سنت
جو بھی قرآن سے ہٹ کر ہے وہ مسنون نہیں

❁......❁......❁

تو مالکِ حیات ہے اے ربِ کائنات
تو حسنِ کائنات ہے، اے ربِ کائنات
دنیائے ہست و بود میں ہر شے کو ہے فنا
تجھ ہی کو بس ثبات ہے، اے ربِ کائنات
ہو شانِ کبریائی تری کس طرح بیاں
تیری عظیم ذات ہے، اے ربِ کائنات

❁......❁......❁

جب خیالات کی آمد معراج صورت ہو تو قلم بھی ساتھ نہیں دیتا۔ فکر کی موجیں آگے

بڑھ جاتی ہیں اور ساحلِ قلم دیکھتا رہ جاتا ہے۔ یہی کیفیت اس ابتدائیہ کی تحریر میں اثر انداز ہوئی ہے۔ ابھی کہنے کو تو بہت کچھ ہے مگر یہ طویل گفتگو کہیں بارِ طبع نازک نہ بن جائے اور پھر قاری بھی تو حمد و مناجات میں غوطہ زن ہو کر لولوئے لالا چنے اور خورشید بیگ میلسوی کی فکری کاوش، حمد و ثنا کی کرشمہ سازی اور اپنی تمناؤں کا ثمر پانے کی سعی کرے۔ خورشید بیگ میلسوی خوش قسمت اہلِ فکر، اہلِ فن اور اہلِ ایمان ہیں جن کو ربِ کائنات نے آتشِ احساس کے ساتھ ساتھ ہنر کی رعنائی بھی عطا کی ہے۔ ان کے طاقِ ہنر میں استعارات وتشبیہات، رمزیت واشاریت کا ایک جدید نور دیکھا ہے۔ جس میں سخن کی ایک نئی دنیا آباد ہے اور حمد و مناجات کی ایک نئی سحر طلوع ہوتی دکھائی دیتی ہے جو تاریخِ حمد کے نئے باب کو زرنگار کرے گی۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ خورشید بیگ میلسوی فنی اور معنوی نکات کے رمز شناس، بے حد حساس، اسلامی تہذیب کے دلدادہ، محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت سے لبریز گلدستہ نعت ''جمالِ نظر'' پر حکومتِ پاکستان کی طرف سے سیرت ایوارڈ سے سرفراز ہونے والے شاعر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید علم وفکر، فہمِ عصر اور زرفشانیِ ہنر عطا کرے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

❁......❁......❁

خورشید بیگ میلسوی کی مدح نگاری

شاعری کو "چیزِ دیگر" کہا گیا ہے۔اس سے مراد اظہار و ابلاغ کی وہ کیفیت ہے جس کا منبع دل ہے اور دل کی واردات کا بیان معمولی بات نہیں ہے۔واردات اور کیفیات کی تہ در تہ جنبشوں کا شمار کسی حکمِ غیب کے لیے ہی ممکن ہوسکتا ہے، ہاں البتہ شاعری کی تاثیرات لفظی و معنوی میں یہ شامل ہے کہ وہ نقل کی نقل کو بھی اصل سے بڑھا سکتی ہے۔ارسطو (۳۸۴۔۳۲۲ق۔م) کے خیال میں "نقل" حد درجہ تخلیقی عمل ہے لہذا فن حقیقت کی نقل کرتے ہوئے بھی حقیقت کی خالص ترین شکل کو پیش کرتا ہے۔وہ یہ بھی کہتا ہے کہ تاریخ عام طور پر ماضی کے حقیقی واقعات کو بیان کرتی ہے جب کہ شاعری ان چیزوں کو سامنے لاتی ہے جو پیش آسکتی ہیں۔ارسطو کے نزدیک انسان حواس کے ذریعے ہر شے کی مثالی ہیت تک پہنچ سکتا ہے اور یہ ہیت شاعر کے ذہن پر حسی شکل میں اثر انداز ہوتی ہے اور اس طرح وہ اس عالمِ مثال کو سامنے لاتا ہے جو دنیائے آب و گل میں نامکمل طور پر ظاہر ہوا تھا۔

شاعری کو تہذیبوں کے باطن کی رونمائی بھی سمجھا جاتا ہے گویا یہ فرد کے اندرونے میں ذاتی و اجتماعی لاشعور کو منعکس کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی شاعری میں مذہب و اخلاق، تہذیب وثقافت اور سیاسیات وسماجیات کے ہزارہا پہلو جلوہ گر ہوتے ہیں۔یہ عجب حسنِ اتفاق ہے کہ دنیا بھر کی زبانوں میں شاعری کا آغاز حمدوں، مناجاتوں، کیرتنوں اور بھجنوں سے ہوتا رہا، جن کا سلسلہ زمانوں تک سینہ در سینہ چلتا رہا اور جن میں خدائی قدرت کی تعریف وتوصیف کو موضوع بنایا جاتا رہا۔ہومر (۹۔۱۲ صدی ق۔م) شاعرانہ قوت کو الہامی قوت قرار دیتا تھا اور اسے دیوتاؤں کی عطا سمجھتا تھا، جن کی اعانت اور عطا سے وہ اپنی نظمیں تخلیق کیا کرتا تھا اور افلاطون (۴۲۷۔۳۴۷ق۔م) کا کہنا تھا کہ شعرا انسان کے عمل کو جن شاندار الفاظ میں پیش کرتے ہیں شاعری کی دیوی ان میں الہامی قوت وتاثیر کا صور

پھونکتی ہے۔گویا زمانہ قدیم سے شعراء ایک عالمِ جذب میں الہام ربانی کو الفاظ کا جامہ پہناتے رہے ہیں۔کوئی کیف میں بھیگا ہوا بھجن گاتا رہا،کوئی حمدیہ گیت تخلیق کرتا رہا اور کوئی کورس لکھتا رہا۔اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ قدیم یونان سے آج تک شاعری حمدوں، بھجنوں، کیرتنوں اور مناجاتوں کی شکل میں تخلیقی سطح پر توانا اور طاقت ور اظہار کرتی رہی ہے۔ہوتا آیا ہے کہ زمانہ قدیم سے آج تک انسان کو جب بھی کوئی مشکل،کوئی دکھ یا کوئی ابتلا پیش آتی دعائیں اور مناجاتیں اس کی فصیلِ لب سے نازل ہونا شروع ہو جاتیں اور پھر ان میں سوز وساز کی گھلاوٹ اپنا اثر بھی دکھاتی رہی۔اقبال نے کچھ یوں ہی نہیں کہا تھا کہ:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

دل کے ساز سے نکلی ہوئی بات،سوز میں ڈوبا ہوا لہجہ اور تاثیرِ لفظ و معنی کے طلسم نے اردو شاعری میں حمد و نعت کے پیرہن خوش رنگ کو مہکایا ہوا ہے۔خورشید بیگ میلسوی کا تازہ حمدیہ مجموعہ کلام ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' اسی سلسلۂ زنجیر کی ایک جگ مگ کرتی ہوئی کڑی ہے۔

خورشید بیگ میلسوی مدت دراز سے شاعری کے دشت کی سیاحی میں مگن ہیں۔اسی لیے انھوں نے اب دشت کے کانٹوں اور ببولوں کو بھی گل و گلزار کی مانند قبول کر رکھا ہے اور ان کی دردمندی نے انھیں بھی اسی طرح اپنے دل کے قریں رکھا ہے جیسے کلیوں اور پھولوں کو ۔قدیم یونان کے مشہور ڈراما نگار ارسٹوفینز (۴۴۸۔۳۸۰ ق۔م) نے کیا خوب کہا تھا کہ شاعر اس وقت خراج تحسین کے قابل ٹھہرتا ہے جب اس کی شاعری صحیح اور سچی ہو اور اس کی کہی ہوئی بات آفاقی ہو۔وہ برے شاعر کو بغیر ''پھل کی پتیوں'' کی طرح قرار دیتا تھا۔اس تناظر میں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ خورشید بیگ کی شاعری صحیح، سچی اور کھری شاعری ہے اور اس کی شاعری کا چمن پھلوں اور پھولوں سے مہکا ہوا ہے۔اس چمن

زار کو اس نے نعتیہ آہنگ کی خوش کلامی، حمدیہ گیتوں کی مٹھاس اور سب سے بڑھ کر الہام کی خوش بو سے بسایا ہے۔ خورشید بیگ میلسوی ایک خوش فکر، خوش ادا اور خوش بیان شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں ان کی شاعری کی مہک اب ہر فصیل و در میں روزن پیدا کرتی ہوئی وطن عزیز کے ہر حصے میں پہنچ چکی ہے۔ ان کی شاعری کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں روایت کی خوش بو جدید تجربوں سے ہم آہنگ ہے۔ ان کا اسلوبِ شعر جدید لفظیات کا حامل ہوتے ہوئے بھی کلاسیکی مزاج رکھتا ہے۔ ان کے مضامینِ شاعری میں ندرت بھی ہے اور موانست بھی۔ ایک غزل گو کی حیثیت میں انھوں نے جدید غزل کے لب و لہجے کو فن کارانہ پختگی کے ساتھ برتا ہے۔ غزل کے موضوعات کو خصوصاً محبتوں کے بدلتے موسموں کو ہنر مندانہ پرکاری کے ساتھ بیان کیا ہے اور صدیوں سے لکھی گئی ایک ہی کہانی کو ذرا مختلف انداز میں سنانے کی کاوش کی ہے۔ خورشید بیگ کی غزل ایک بے قرار دل کے اضطراب کو اس طرح بیان کرتی ہے کہ ہزاروں بے قرار دلوں کو قرار آ جاتا ہے۔

کنجِ دل میں نہ سہی دھیان میں رہنے دیتے
تم مجھے دیدۂ حیران میں رہنے دیتے

اگر اپنی انا کی ہمرہی پر ناز ہے اُس کو
چلو اچھا ہے اِک شوریدہ سر بھی ساتھ رکھتا ہے

آئینہ خانۂ حالات ہے اس کے بس میں
کسی تصویر پہ حیرت نہیں کرنے دیتا

یوں تو ہر شام مری ''شامِ غزل'' ہوتی ہے
اور آ جائے اگر ''جانِ غزل'' شام کے بعد

گلاب رُت پہ بڑا مان تھا ہمیں لیکن
بدل گیا ہے یہ موسم بھی تیری خو کی طرح

غزل کے پیرائے میں کہی گئی بات کا تسلسل ہمیں اس کی نعت کے آہنگ میں بھی

دکھائی دیتا ہے اور یوں خورشید بیگ میلسوی کا تغزل، ''ہجرتوں کے سلسلے'' اور ''بشارتوں کے امین موسم'' سے ہوتا ہوا شعورِ حیات کے نئے امکانات کے ساتھ ان کے نعتیہ مجموعے ''جمالِ نظر'' میں طلوع ہوتا ہے۔ ان کی غزل دراصل بہار کی پہلی صبح محبوب سے بچھڑنے کی شام، سرما کی بارش کی اداسی، شعورِ ذات کے دکھوں اور کربِ تخلیق کے دل گداز مرحلوں کی کہانی سناتی ہے تو ان کا مجموعہ نعت محبتوں اور عقیدتوں کے مستنیر لمحوں کو غزل کے ایمائیت اور رمزیت کے منقلب اسلوب میں نفسِ انسانی کی مطمئن فعلیت کو پوری انسانیت کے تجربہ وجود سے ہم کنار کرتا ہے اور ایک نئی شاعری ایک نئی تنویر اور ایک نئی ارفعیت سے متعارف کراتا ہے۔ اس کا اظہارِ محبت و مؤدت اور عرفان و آگہی کی نئی منزلوں کی طرف رواں دواں دکھائی دیتا ہے اور وہ ہر حال میں تاثیرِ سخن کو برقرار رکھنے کی سعی کرتا نظر آتا ہے۔ خورشید بیگ بہر صورت نعتیہ آہنگ میں مدحتِ رسولؐ کے تقاضوں کو نبھاتا ہے۔ اس کی نعت کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ احتیاط کے تقاضوں سے آشنا ہے۔ نعت گوئی کے امام حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کا ایک معنی خیز نعتیہ شعر کچھ اس طرح ہے:

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

بے قرار دل کو ایسی حالت میں سنبھال لینا اور سر کو سجدہ کرنے سے روک لینا ہی اصل امتحان ہے جس سے ہر نعت گو کو گزرنا پڑتا ہے۔ اس شعر میں جس حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے نعت گو شعراء نے عقیدت و محبت کے جوش میں بہہ کر احتیاطِ مدحت کے تقاضوں سے صرف نظر کیے رکھا، جس کی وجہ سے عموماً آقا و بندہ کی تمیز باقی نہ رہی۔ لاریب کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمدؐ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا وہ افضل الانسان کے مرتبے پر فائز ہیں وہ شافعِ محشر ہیں اور ان کی ذات میں انسانیت کے اعلیٰ درجے کے محاسن جگ مگ جگ مگ کرتے نظر آتے ہیں، تو پھر لازم ٹھہرتا ہے کہ مقامِ لا الٰہ کو بھی پہچانا جائے اور اس کا ادراک بھی حسن بیان کی اسی سطح پر کیا جائے

جہاں مکاں کے بعد لا مکاں اور حسنِ مجازی کے بعد حسن حقیقی کی حدود شروع ہوتی ہیں۔ خورشید بیگ میلسوی کا نعتیہ مجموعہ ''جمالِ نظر'' ان تمام حد بندیوں اور ہوش مندیوں کا قرینہ رکھتا ہے جس کا ایک نعت گو سے تقاضا کیا جانا چاہیے۔ خورشید بیگ نے خدا اور بعد از خدا بزرگی کے حامل بندے کے درمیان جو بال برابر فرق ہے اس کا ہر لحہ خیال رکھا ہے اور اس فرق کو اس نے ذات اور اس کے پرتو اور حسن اور اس کے مظہر کے حوالے سے ظاہر کیا ہے۔

خدا کی ذات کا پرتو ہے تیری ذاتِ جمیل
اسی کے حسن کا مظہر ترا جمال نظر

یہیں سے حمد نگار کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں اور وہ ہمیں اونچی سے اونچی اڑان کے لیے آزاد، بے باک اور پُر جوش نظر آتا ہے خورشید بیگ کا ممدوح بھی وہ ذات ہے، لامکاں جس کی حد ہے اور حد سے حدِ گماں تک کوئی جا سکتا ہے۔ اس پردۂ تجرید میں موجود حسنِ حقیقی کا پرتو صورتِ انساں میں دیکھنے کی کوشش کی گئی تو انسانیت کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز انسان کی مدح وتحسین میں کی گئی شاعری نعت کہلائی اسی طرح براہِ راست ثنائے ربانی میں حسنِ اظہار کی سعی کو حمد کا نام دیا گیا۔ خورشید بیگ کا مجموعہ شعر ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' اسی حسنِ بیان، حسنِ تفکر، حسنِ تخیل اور شوق و آرزومندی کی معنوی تجسیم ہے۔

خورشید بیگ میلسوی کی حمد نگاری پر بڑی تفصیل سے لکھا جا سکتا ہے کہ اس نے حسنِ مطلق کی جن جن صورتوں کو موضوع بنایا ہے ہر طرح کا شعری ذوق ان سے اپنے اپنے انداز میں حظ اٹھا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک حمد نگار جو سعیِ پیہم کرتا ہے اس کا اندازہ اسمائے ربانی کی لفظی و معنوی تعبیروں سے کیا جا سکتا ہے۔ خورشید بیگ نے بھی فن کی شکل میں جذبات کے اظہار کو پیش کیا ہے۔ اور تکرار کے ساتھ اپنے سخن کی قبولیت اور باریابی کی دُعا کی ہے۔ اس پر ٹی ایس ایلیٹ کی کہی ہوئی بات یاد آتی ہے کہ ''فن پہلے سے سوچی سمجھی اثر آفرینی کا نام ہے'' ایلیٹ کے خیال میں فن کی صورت میں جذبات واحساسات کے بیان کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ معروضی تلازمات (Objective corelatives) کے ذریعے

بات کی جائے۔اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ جب خارجی واقعات، تجربوں اور مشاہدوں کو حسی تجربوں کے ذریعے سے پیش کیا جاتا ہے تو وہ خاص جذبہ سامنے آجاتا ہے جس کے لیے شاعر ساری تگ ودو کرتا ہے۔اسی کو ایلیٹ پہلے سے سوچی گئی اثر آفرینی قرار دیتا ہے۔ خورشید بیگ کی حمدوں میں سب سے اولین کوشش تو اسی اثر آفرینی کی جستجو ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ اعتراف بھی کرتا دکھائی دیتا ہے کہ اس کا یہ اظہارِ ہنر صرف اور صرف عطائے ربانی ہے دیکھیے:

خزینہ ہائے سخن سے حروفِ گوہر بار
درونِ قلب سخن ور اتارتا ہے وہی
عطا کیا مجھے لفظوں سے کھیلنے کا ہُنر
جہانِ فن میں مقامِ ظفر دیا تو نے
یہ تیری چشمِ عنایت کا اِک کرشمہ ہے
کہ ایک ذرے کو خورشید کر دیا تو نے
میری پروازِ تخیل کو کرے گا دو چند
وہ مرے حرف کو بے پر نہیں ہونے دے گا
مجھے ایسے لگتا ہے میرے جسم کی خاک کو
ابھی اور دکھے گا چاک پر ، مرا کوزہ گر
اسی کے ذکر سے مٹتی ہے تشنگی میری
اسی کا ذکر مری تشنگی بڑھاتا ہے
میں اس سے قطرہ شبنم کی بھیک مانگتا ہوں
وہ میری سمت سمندر اچھال دیتا ہے
زمین حرف کو کرتا ہے آسماں بردوش
وہی خیال کو اوجِ کمال دیتا ہے

اسی کے دستِ ہنر کا ہے آئینہ خورشید
جو آئینے کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے
تو ہی محور ہے خورشید کی فکر کا
اس کے فن کے کنایوں ، اشاروں میں تو
کمالِ فن سے ، مری خاک ، صانع مطلق
سمیٹتا ہے ، کبھی چاک پر بکھیرتا ہے
اس نے صد شکر کہ اثبات میں رکھا ہوا ہے
مجھ کو مصروف مناجات میں رکھاہوا ہے
تہی داماں ہوں، تہی دست نہیں ہوں خورشید
اس نے اِک وصف مرے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے
خدائے حرف عطا کر مجھے سخن فہمی
کمالِ فکر و نظر تو مرا ہدف کر دے

خورشید بیگ، ہر حال میں خدائے لم یزل سے سخن طرازی وسخن فہمی اور کمالِ فکر ونظر طلب کرتا ہے اور جذبات سے مغلوب ہو کر مناجاتوں کے لہجے میں اظہارِ تمنا کرتا دکھائی دیتا ہے۔ رعائیہ آہنگ میں اظہارِ عجز حمد نگاری کا سب سے نمایاں پہلو ہے اور یہی خورشید بیگ کی حمد کا مستقل اور مسلسل موضوع ہے۔ اسے معلوم ہے کہ وہی ہے جو شامِ شہرِ ہول میں شمعیں جلاتا ہے، وہی ہے جو گرتے ہوؤں کو حوصلہ دیتا ہے، وہی ہے جو ماورائے صفات کو بیان کرنے کا قرینہ عطا کرتا ہے۔ وہی ہے جو خیال وخواب کے لشکر اتارتا ہے، شعور ہنر عطا کرتا، رعنائی خیال دیتا ہے، قلم کو حسن فسونِ سحر سے مزین کرتا ہے اور اندھیری شب میں ستاروں کو جگمگاتا ہے۔ اس روداد کو خورشید بیگ کے اسلوبِ ہنر کے آئینے میں دیکھیے:

مجھ کو پروا ہو کیوں زمانے کی
جب مرے سات ہے مرا رب

اس کی توصیف ہو بیاں کیسے
ماورائے صفات ہے مرا رب

خیال و خواب کے لشکر اتارتا ہے وہی
ہمارے خواب میں منظر اُتارتا ہے وہی
کمالِ دست ہنر سے ہزاروں نقشِ جمیل
جبینِ خاک کے اوپر اتارتا ہے وہی

خدائے حرف ، شعورِ ہنر دیا تو نے
مری نظر کو کمالِ نظر دیا تو نے
یہ تیری چشم عنایت کا اک کرشمہ ہے
کہ ایک ذرے کو خورشید کر دیا تو نے

مری پروازِ تخیل کو کرے گا ، دو چند
وہ مرے حرف کو بے پر نہیں ہونے دے گا

خورشید رتوں پر بھی تصرف ہے اسی کا
صرصر کو اگر چاہے وہ پروا میں بدل دے

ضوفشاں خورشید اس کے حسن کی پرچھائیاں
دل کی آنکھوں سے تو صبح و شام کے منظر میں دیکھ

مرے کلام کو حسنِ بیان دے سائیں
میں بے زبان ہوں مجھ کو زبان دے سائیں

اندھیری شب میں ستاروں کو جگمگاتا ہے
وہی تو ہے جو ہمیں راستہ دکھاتا ہے

خورشید بیگ میلسوی جب حمد و ثناء کرتا ہے تو اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرتا ہے
کہ حمد کہنے کا خیال ہی اسے مسرور و شاداں کر دیتا ہے ایسے میں وہ اپنے قلب کو عشق الٰہی سے

معمور اور ذہن کو منور پاتا ہے۔ایک بے خودی اور سرشاری کی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے اور آنکھوں میں روشنی بھر جاتی ہے۔ایسے میں دنیا اسے کچھ اور ہی عالم میں دکھائی دینے لگتی ہے اور اس کی پرواز بلندیوں کی طرف رُخ کرتی ہے۔اس کے حرف کو تاثیر اور لفظوں کو معانی مل جاتے ہیں۔اس کے اندر کی دنیا جگ مگ کرنے لگتی ہے اور آلامِ روزگار کی شدت میں کمی آ جاتی ہے۔وہ اپنی چشمِ حیرت سے دیکھتا ہے کہ ایک وہ ہی نہیں بلکہ آفتاب و قمر ،ستارگانِ سحر، سبزہ زار و سایہ دار شجر، خیال و فکر و نظر، عقیق و لعل و گہر، تمام جن و بشر سب اسی کو رَٹ رہے ہیں، سب اسی کی حمد و ثناء کر رہے ہیں۔اس کی چشمِ تخیل دیکھتی ہے کہ یہاں کون و مکاں والے، وہاں پر آسماں والے، فلک پر کہکشاں والے، شکستہ بادباں والے، زمین و آسماں والے سب ہی اس کی تسبیح میں مشغول ہیں اور پھر یہ حکایت طویل سے طویل تر ہوتی جاتی ہے۔

حمد کا سب سے خاص موضوع ربِ ذوالجلال کی بڑائی، بزرگی اور عظمت کا بیان ہے۔خورشید بیگ اپنی تمام تر عجز بیانی اور منکسر المزاجی کے باوجود اس میدان میں بھی سرخ رو دکھائی دیتا ہے۔وہ توحید کی اہمیت اور ضرورت سے آشنا ہے، اسے لفظِ کُن کی معجز نمائی کا اندازہ ہے۔وہ خالق و مالک اور قادرِ مطلق کے معنی جانتا ہے۔اسے تصرفاتِ خلاقِ ازل کا بھی پتا ہے۔وہ اسمائے ربانی کے ساتھ جڑی ہوئی کریمی و رحیمی و مغفوری سے بھی واقف ہے اور وہ خود بھی چشمِ بینا سے جلوۂ صد ہزار کا نظارہ کر سکتا ہے۔اس کا ہر بُنِ مُو صدائے لا الہ اور صدائے کن فیکون سن سکتا ہے۔وہ خلاقی کی تمام صفات سے بہرہ ور ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے ذہن و دل کے دریچے کھلے ہوئے ہیں اور اس کے لفظوں کی رسائی بے اندازہ ہے۔

خورشید بیگ میلسوی کی حمد نگاری کا اصل ہدف شعور و آگہی، تدبر و تامل، خیال و فکر اور بیداری و ہشیاری کی وہ ترنگ ہے جو فرد کو زندگی کی تلخیوں، مسائل اور حقائق کے روبرو کر کے آلامِ حیات کی شدت میں کمی پیدا کرتی ہے اور نہ صرف زندگی کو حقائق سے بلکہ خود آگاہی کی لذت سے آشنا کرتی ہے۔اس کی حمدوں میں نشاطِ آرزو سے جنم لینے والی سرخوشی

وسرمستی دکھائی دیتی ہے مگر بے خودی واز خود رفتگی کے ساتھ ساتھ بیداری و ہوشیاری کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ خورشید بیگ کی حمد کے اشعار میں اس بات کا واضح کنایہ ملتا ہے کہ انسان کو اپنے حواس، اپنی صلاحیتوں اور اپنی استعداد کو آزماتے رہنا چاہیے، مگر ہر حال میں تائیدِ ایزدی کا طلب گار اور اپنے رب کا شکر گزار رہنا چاہیے صرف اسی طرح اس کی تکمیل ممکن ہے، صرف اسی طرح ایک شاعر کی بے زبانی کو زباں اور زباں کو تاثیر ملتی ہے اور اس کے لفظوں میں آتشِ شوق کی حدت پیدا ہوتی ہے۔ اسے یہ بھی اندازہ ہے کہ ہجر کی آگ میں جلتے رہنے سے ہی لذتِ طلب پیدا ہوتی ہے اور تکمیلِ ذات کی روشنی نظر آتی ہے۔ یہی اس مجموعہ حمد کا اساسی پہلو ہے اور اس کاوشِ اظہار کا مقصدِ اولیں اس اخلاقی و روحانی بلندی کا حصول ہے جہاں عمر بھر کی ریاضت حصولِ سعادت کی کوشش ٹھہرتی ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

❁......❁......❁

خورشید بیگ میلسوی کا "حُسنِ طلب"

پروفیسر محمد اکرم رضا

حمدِ ربِّ جلیل وہ داستانِ شوق ہے جو برسوں نہیں صدیوں پر محیط ہے۔ اس کا ذوقِ ہمایونی ازل کی آبرو اور اَبد کا شوقِ جستجو ہے۔ انسان، جن، فرشتے اس کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ بلکہ وہ مخلوقات جو ہماری نگاہوں سے اوجھل اور ہمارے ذہن وفکر سے ماورا ہیں، وہ بھی اس کے نظر نہ آنے والے وجودِ نُور سے اسی طرح باخبر ہیں جس طرح ہم اس کے تذکرے سے خود کو آباد اور ضوبار کیے ہوئے ہیں۔

حمد تعریفِ خداوندی ہے۔ توصیف اس کی جو خالقِ کائنات ہے۔ تحمید اس کی جو شوکتِ شش جہات ہے۔ تذکرہ اس کا جس نے پہاڑوں کو جھکنا، آسمانوں کو خمیدہ سر ہونا اور سمندروں کو اپنا طواف کرنا سکھایا۔ ثنا اس ذاتِ کریم کی جو صاحبِ جبروت ہو کر بھی دنیا کے سب سے بڑے گناہگار کو ایک آن میں معاف کر دیتا ہے۔ تمام تر عظمت و بڑائی اس کے لیے جو پتھر میں محبوس کیڑے تک رزق پہنچاتا ہے۔ اور سب سے بڑا احسان اس ذاتِ عظیم و برتر کا یہ کہ اس نے ہم گناہگاروں کی رہنمائی کے لیے پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا۔ جن کی تعلیمات ہی سے ہم اس خالقِ حقیقی کی عظمت، جلالت سے باخبر ہوئے۔

خورشید بیگ میلسوی پختہ گو شاعر ہیں۔ کمال کی غزل لکھتے ہیں۔ انتہائی باکمال نعت کہتے ہیں اور ذوقِ سخن آرائی کو شہپر جبریلؑ بخش کر گلستانِ حمد کی بلندیوں کی لذت محسوس کرتے ہیں۔ تو ان کا رنگِ شاعری کچھ اور انداز سے نکھر کر سامنے آتا ہے۔ اس وقت دیباچہ کے لیے میرے پیشِ نظر ہے ان کا حمدیہ مجموعہ "تُو خالق ہے تو مالک ہے" امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے لفظوں میں "حمد کہنا نسبتاً (نعت کی نسبت) آسان ہے۔ جتنا چاہے بلندی پر چلے جاؤ کوئی حد نہیں ہے۔"

فاضل بریلوی کی رائے اپنی جگہ انتہائی معتبر اور ایمان آفرین ہے۔ مگر جب شاعر

حمد و نعت میں آگے بڑھتا ہے اور حمدِ خداوندی کی بلندیوں کا تصور کرتا ہے۔ تو اس کے ذہن و قلم طلسم و حیرت میں گم ہو جاتے ہیں۔ کہ اتنی بڑی تعداد میں اس قدر رفعتوں کو وہ حدودِ ادراک میں کس طرح سمو سکے گا۔ یہ افکار کی بلند پروازی بھی ہے اور ذہن کی عجز سامانی بھی۔ اک طرف شادمانیوں کا احساس اور دوسری طرف قلم کی لرزیدگی کا خیال۔ ایسے عالم میں خورشید بیگ کا قلم پکار اُٹھتا ہے۔

میں اس سے قطرۂ شبنم کی بھیک مانگتا ہوں
وہ میری سمت سمندر اچھال دیتا ہے
اُسی کے دستِ ہُنر کا ہے آئینہ خورشید
جو آئینے کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے

ایک زمانہ تھا کہ حمد ہی حمد ہو رہی تھی اور صوفیائے کرام نے شاعری کے چراغ روشن کیے ہوئے تھے۔ حمد میں ہی نعت کہہ رہے تھے۔ پھر نعتِ مصطفوی کا ابرِ نو بہار ٹوٹ کر برسا تو ہر طرف نعت کی بہار کے گل و لالہ مہکنے لگے۔ پھر شعرائے کرام نے فکر و نظر کی تجلیات کو نیا آہنگ دیا اور عنوانات کے زیرِ اثر ''حمد و نعت'' کے نغمے الگ الگ الاپے جانے لگے۔ خورشید بیگ میلسوی کا شمار اسی خوش بخت گروہ میں ہوتا ہے۔ جو حمد و نعت میں جدھر کا رخ کرتے ہیں۔ بہار سامانی کے جلوے بکھرنے لگتے ہیں۔

وہ آئینے کو کبھی ریزۂ خذف کر دے
کبھی گُہر کو نوائے لبِ صدف کر دے
بلندیوں سے اگر پستیوں کی سمت گروں
ترا خیال مجھے آسماں بکف کر دے
خدائے حرف عطا کر مجھے سخنِ فہمی
کمالِ فکر و نظر تُو مرا ہدف کر دے

اور یہاں حمد شناسی کا ایک اور نیا انداز دیکھئے۔

نورِ عرفان حقیقت بھی خدا کی دین ہے
حمد کہنے کی سعادت بھی خدا کی دین ہے
رنج و آلام و مصائب بھی اسی کی ہیں عطا
لذتِ تسکین و راحت بھی خدا کی دین ہے
کون کر سکتا ہے حق بندگی اس کا ادا
جذبۂ شوقِ عبادت بھی خدا کی دین ہے

حمد ہو یا نعتِ حضور پرنور ﷺ، خورشید بیگ میلسوی کا قلم یکساں مہارت سے آگے بڑھتا ہے۔ مضامین کسی قدر بھی مشکل کیوں نہ ہوں۔ اپنی جولانیٔ طبع سے انہیں فطری سادگی اور شعری دلکشی سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ہاں لفظوں کے گلاب اُگتے اور فکر و فن کے گل و لالہ مہکتے ہیں۔ ان کی کانِ ادب سے ایسے ایسے جواہر ریزے ابھرتے ہیں کہ جن کی چمک ہر دور کے افکار کو خیرگی بخشنے کا اہتمام کرتی نظر آتی ہے۔ موزوں تشبیہات، حسین استعارات اور برمحل الفاظ کی ہمہ گیری ان کے افکار کو قاری کے ذہن و فکر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بسا دیتی ہے۔ اس قدر دلکش مضامین کی بندش کہ پڑھنے والے کا ذہن ایک لمحے کو بھی ادھر ادھر بھٹکنے نہ پائے۔ اور پھر اوپر سے سادگی اور بے اختیاری کا وجود جس کے بطن سے بے خود و سرشاری جنم لیتی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ان کی خداداد وسعتِ فکر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''شاعری کیسی ہی کیوں نہ ہو ایک ایسا وصفِ انسانی بہرحال ہے جو اکتسابی نہیں فطری ہوتا ہے۔ اور یہ سب کو نہیں چند کو جانب اللہ عطا ہوتا ہے۔'' ڈاکٹر فرمان فتح پوری مزید کہتے ہیں ''خورشید بیگ میلسوی اردو کے ایک ممتاز و معتبر شاعر ہیں۔ ان کے خیالات پاکیزہ اور ان کے افکار حیات افروز ہیں۔ زبان و بیان پر ایسی قدرت ہے کہ سبحان اللہ۔ ہر صنفِ سخن پر قادر ہیں اور اپنے رنگ و اسلوب کی چھاپ سے اپنے سارے کلام کو امتیازی و انفرادی بنا دیتے ہیں۔''

نامور محقق ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی یہ گراں قدر رائے خورشید بیگ کی حمد اور نعت دونوں اصناف کی فکری پاکیزگی اور ذہنی طہارتِ شعری کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اسی پیش منظر میں ہمارے شاعر کی فکری اڑان کا یہ منظر بھی دیکھئے۔

؎ وہ صرف میرا نہیں کردگار سب کا ہے
اسی کی ذات پہ دار و مدار سب کا ہے

؎ بجز خدا کے نہیں درد آشنا کوئی
بھرے جہاں میں وہی غمگسار سب کا ہے

؎ اسی نے ہمکو نکالا ہے بے یقینی سے
وہی یقین وہی اعتبار سب کا ہے

❁......❁......❁

؎ جب آفتابِ تخیل گہن میں آ جائے
وہ ذہن و دل کے دریچے اجال دیتا ہے

؎ وہی جو ماں کی دعاؤں کو رد نہیں کرتا
وہی جو سر سے بلاؤں کو ٹال دیتا ہے

❁......❁......❁

؎ جہاں تلک بھی نظر جائے تو دکھائی دے
ترا ہی جلوہ مجھے کو بہ کو دکھائی دے

؎ زبانِ حال سے گویا ہے حسن موجودات
یہ کائنات تری گفتگو دکھائی دے

خورشید بیگ میلسوی کے حمدیہ مجموعہ "تو خالق ہے تو مالک ہے" کے مطالعہ سے فوری طور پر احساس ہونے لگتا ہے۔ کہ خورشید سطحی طور کا سخن ور نہیں ہے بلکہ اس نے اسلامی مبادیات اور عبادات کا گہرا مطالعہ کر رکھا ہے۔ نعت لکھے یا حمد اس کا قلم لغزش آشنا نہیں ہونے پاتا۔ شاعر کا ہر لحظہ بیدار ذہن رب کائنات سے انمٹ محبت کا غماز ہے۔ وہ محبوبِ دو

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدسی جلووں سے بھی صرفِ نظر نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے خدا آشنا کرنے والی ذات محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کی ہی ہے۔ ان کا نعتیہ مجموعہ کلام ''جمال نظر'' اس حقیقت کی زندہ گواہی ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خورشید بیگ کی ایک آنکھ میں اس خلاقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہیں تو دوسری آنکھ میں خدا کے سب سے بڑے وصاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں سے مستنیر ہے۔ ہر طرف نُور ہی نُور۔ ہر طرف رحمتِ ربِ غفور ہر طرف توصیف کا وفور۔ شاعر کا وجدان ایک روحانی کیف میں گُم ہے۔ اور وہ اپنے قاری کو بھی ان فضاؤں میں لے جانا چاہتا ہے۔ جن کے نوری ادراک اور اس کے نوکِ خامہ سے لفظوں کی جگہ ستارے ڈھلتے ہیں نورِ ایمانی کی بالیدگی کو وسیلۂ اظہار بنا کر شاعر کا حمدیہ حُسن ملاحظہ کیجیے۔

اندھیری شب میں ستاروں کو جگمگاتا ہے
وہی تو ہے جو ہمیں راستہ دکھاتا ہے

غم و خوشی پہ فقط اختیار ہے اس کا
کبھی کسی کو رُلاتا کبھی ہنساتا ہے

کسی کے واسطے دولت بھی آزمائش ہے
کسی کو عسرت و غربت سے آزماتا ہے

❁⋯⋯❁⋯⋯❁
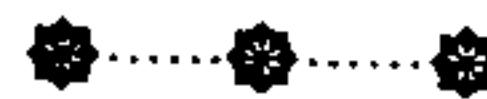
شدتِ کرب سے نجات ملے
اے خدا راحتِ حیات ملے
مال و زر کی طلب نہیں یارب
مجھ کو لفظوں کی کائنات ملے
از طفیلِ محمدؐ عربی
پائے خورشید کو ثبات ملے

شاعر جانتا ہے کہ خدا ہی مُعطی ہے۔ وہ بن مانگے بھی عطا کرتا ہے۔ گونگوں کو گویائی اور مُردہ دلوں کو شانِ مسیحائی بخش دیتا ہے۔ اس کے لطف و کرم کا کوئی کنارہ نہیں۔ شاہانِ عرب و عجم ہوں یا زمانے بھر کے ادیبانِ خوش نوا سب اس کے خوانِ نعمت کے ذروں پر گزارا کرتے ہیں۔ اس موقع پر التجا اور طلب کی کیفیت سے دوچار شاعر موصوف کو امتِ مسلمہ یاد آجاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کب سے ہم ظلمتِ شب میں محصور ہیں
اے خدا ہم کو نورِ سحر بخش دے
در بدر پھر رہے ہیں بھٹکتے ہوئے
ہم ہیں بے خانماں ہم کو گھر بخش دے
بابِ رحمت ترا کھٹکھٹاتا رہے
حرفِ خورشید کو وہ ہُنر، بخش دے

خورشید بیگ میلسوی ایک پختہ گو شاعر ہیں جس کا اندازہ ان کی حمدوں، نعتوں، نظموں اور دوسری اصنافِ سخن میں سرفرازیوں سے ہوتا ہے۔ ان کے فکر و فن کی پختگی انہیں اشعار میں خود احتسابی کا عمل سکھاتی ہے۔ جس سے شاعر اور رخشندہ تر ہو جاتا ہے۔ ان کے افکار کی وسعت اور سر بلندی اس کی فکری مہارتوں کی بہترین دلیل ہے۔ بات کرتے ہیں تو ایک حسنِ ادا کے ساتھ۔ گفتگو کرتے ہیں تو شوکتِ اظہار کی تراش خراش کے ساتھ۔ ان کا مصرع مصرع، شعر، شعر جزوی بھی اور کلی بھی وقار، شوق اور سر مستی سے عبارت ہے۔ ان کی حمد نگاری میں یہی جمال آفرینی پورے عروج پر نظر آتی ہے۔ اتنا کچھ لکھنے کے باوجود مجال ہے کہ کہیں بھٹک جائیں۔ قرآن مجید اور احادیثِ رسول ﷺ سے وابستگی نے انہیں ایمان کے دائرے میں سمیٹ رکھا ہے۔ فکری پرواز کا ملکہ دیکھنا چاہو تو اس ضمن میں ان کے فکر و فن کی جولانی ملاحظہ کیجیے۔

چشم بینا ہے تو خورشید و مہ و اختر میں دیکھ
جلوہ ساماں ہے اسی کی ذات ہر پیکر میں دیکھ

؎ وقت ہے اب بھی تو اپنے آپ کو پہچان لے
پھر کہیں تجھ کو نہ پچھتانا پڑے محشر میں دیکھ

یہی فکری تنوع شاعر کو قلم کا بانکپن بخشتا ہے۔ وہ صرف اسی خدا سے حرف وصوت کی بلندی مانگتا ہے۔ جو اس کا خالق اور روزی رساں ہے۔ وہ اصنامِ باطل کو قدموں تلے روندتا اور ذکرِ توحید کی صدائے جاوداں بلند کرتا ہے یہی اس کی بندگی ہے، حاصلِ حیات ہے، روحِ کائنات ہے۔ وہ مانگتا ہے اپنے ربِ جلیل سے، سائل ہے دربار خداوندی کا۔ منگتا ہے مالکِ کونین کا جس کے گنبدِ رحمت کا کوئی دروازہ نہیں کہ جب آؤ، جس طرف سے آؤ، جو مانگو مل جائے گا۔

طلب ایک فطری جذبہ ہے کہ حسنِ طلب ہی طالب کی تمناؤں کی اجابت کے قریب کر دیتا ہے۔ ہمارے شاعر کی طلب کا انداز دیکھئے۔ یہ مانگتا بھی ہے تو کیا مانگتا ہے۔

؎ مالکِ حرف فکر و نظر بخش دے
بے ہنر ہوں مجھے تو ہنر بخش دے

؎ اے خدا اپنی حمد و ثنا کے لیے
مجھ کو لفظوں کے لعل و گہر بخش دے

؎ تیرے ہاں آنسوؤں کی بڑی قدر ہے
میرے مولا مجھے چشم تر بخش دے

بخشنے کی بات چلی ہے تو حمد ونعت دونوں کا مدعا ہی رحمت طلبی ہوتا ہے۔ حمد میں شاعر رب العٰلمین کی ثنا و توصیف کرتا ہے کہ اس کا دریائے رحمت جوش میں آ جائے اور اس کے چند چھینٹے دامانِ معصیت آلودہ پر بھی پڑ جائیں اور نعتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم رقم کرتے ہوئے مدحت نگار ممدوحِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا طالب ہوتا ہے کہ اگر حضور پرنور سید یوم النشور نے اپنے دامانِ رحمت کی پناہ میں لے لیا تو خدا کی رحمت از خود اسے نواز دے گی۔ کیونکہ عطائے خداوندی کے لیے خوشنودیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

بڑھ کر اور کسی ذریعے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک شاعر نے اپنے اس شعر میں اسی فکر کو نئی ضو دی ہے۔

یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

خورشید بیگ میلسوی کی حمد نگاری اور نعت گوئی اسی فکرِ دل نشیں کی امین ہے۔
اگرچہ حمدِ الٰہی کہتے ہوئے حمد نگار ہر بلندی کو چھو سکتا ہے۔ مگر خدا کے لیے سب کچھ کہہ کر بھی یہی احساس ہوتا ہے۔ کہ وہ تو اپنے لیے ''اللہ اکبر'' کا حسن پسند کرتا ہے پھر حمد نگار مضمون آفرینی کرتے ہوئے ''اللہ اکبر'' سے اوپر کہاں جاسکتا ہے۔ خورشید بیگ میلسوی نے شاید اسی لیے اس حمد یہ کلام کا نام ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' رکھا ہے۔ ''اللہ اکبر'' خدا کی خلاقی اور مالک ہونے کا دوسرا نام۔ اسی احساسِ نور سے فیضیاب ہو کر وہ کہتے ہیں۔

تہی داماں ہوں تہی دست نہیں ہوں خورشید
اس نے اک وصف مرے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے

دُعا ہے کہ یہ مجموعۂ حمد خورشید بیگ میلسوی کے لیے دنیا میں سرخروئی اور آخرت میں ذریعۂ نجات بن جائے۔ حشر کی تمازتوں میں رحمتِ یزداں کا پرچم ان کے ہاتھ میں ہو اور ابرِ رحمتِ خداوندی انہیں اپنے ہمراہ لے کر چلے۔ آمین۔

❁······❁······❁

خورشید بیگ میلسوی کا ارمغانِ حمد

طاہر سلطانی

تمام حمد خالقِ کائنات، مالکِ ارض وسماوات کے لیے، جس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ اللہ ربُّ العزت کی وحدانیت و یکتائی کے ترانے مشرق ومغرب، شمال وجنوب، قریہ قریہ بستی بستی گونجتے ہیں۔ وظیفۂ حمد کے فضائل و فیضان کا اندازہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ وہ وظیفہ ہے جس کا وِرد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام و پیغمبران نے کیا اور پھر یہ سلسلہ خلفائے راشدین، اہلبیت، صحابۂ کرام، اولیاء کرام، مشائخ عظام اور بندگانِ خدا کی زبانوں پر بھی گونجتا رہا ہے۔ ان کے علاوہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ مولائے کائنات کی پاکی بیان کررہا ہے۔ حمدِ باری دنیا کی ہر زبان میں لکھی اور پڑھی جارہی ہے۔ ہر زبان میں حمد کا ذخیرہ موجود ہے بالخصوص عربی اور اُردو زبانوں میں تو حمد کا بے مثل خزانہ موجود ہے۔

قرآن حکیم اللہ ربُّ العزت کی وہ عظیم کتاب ہے کہ جس میں انسانی تہذیب و تمدن کا بیان، معاشرت ومعیشت کے تمام معاملات، اخلاق ومحبت کی تعلیم، حقوق العباد، حقوق اللہ غرض یہ کہ دنیا کے تمام علوم کا ایک شاندار امتزاج ہے کہ جس کی ایک سورت کا بدل بھی ناممکن ہے کجا مکمل قرآن حکیم۔ قرآن مجید فرقانِ حمید میں کئی مقامات پر حمدِ باری کا جلوہ فروزاں ہے، تبرکاً کچھ اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

''ساتوں آسمانوں اور زمینوں اور جو ان کے درمیان ہے سب اللہ کی حمد کرتے ہیں''۔ (القرآن)

سورۂ نصر :

''جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اس سے بخشش

چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

سورۂ آلِ عمران،آیت: ۱۹۱

"جواللہ کویاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔اے رب ہمارے لیے تونے یہ بیکار نہیں بنایا پاکی ہے تیرے لیے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔"

سورۂ نور،آیت ۴۱۔

"اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"سب حمد اللہ کو جو پالنے والا سارے جہان والوں کا بہت مہربان نہایت رحم والا"

(سورۃ الفاتحہ،آیت:۱۔۲)

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا

"وہ پورب کا ربّ اور پچھم کا رب،اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ"

(سورۃ المزمّل،آیت:۹)

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝ یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِہٖ

"بیشک اللہ علم وحکمت والا ہے......اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہے"

(سورۃ الدہر،آیت:۳۰۔۳۱)

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی

"اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے"

(سورۃ الاعلیٰ،آیت:۱)

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ

"کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں"

(سورۃ التین،آیت:۸)

حمد کے لغوی معنی مالک ارض و سما کی تعریف و ثنا اور توصیف بیان کرنا ہے اللہ رب العزت کی تخلیقات کا شمار نا ممکن ہے۔اب جو بھی تخلیق ہماری نظر سے گزرتی ہے اسے دیکھ کر سبحان اللہ کہہ دینا بھی حمد ہے۔جس کا مقصد اس شاہکار کے خالق کی عظمت و برتری کا اعتراف کرنا ہوتا ہے۔جس چیز کو دیکھ کر اس کے خالق کی حمد کی جارہی ہے اس کا ٹھیک ٹھیک علم بھی ہونا ضروری ہے محض گمان کی بنیاد پر حمد نہیں کی جاسکتی۔''حمد'' کا حق محض فریبِ تخیل ،توہم پرستی اور اندھی عقیدت سے ادا نہیں ہوتا اس کا سرچشمہ یقینِ محکم اور ایمان کامل ہوتا ہے۔

☆ حمد سرورانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت ہے۔

☆ حمد اللہ رب العزت کی خلاقیت وحاکمیت کا اقرار ہے۔

☆ حمد اعترافِ عبدیت کا اعلان ہے۔

☆ حمد اللہ جل شانہ کی یکتائی ووحدانیت کا اعلان ہے۔

☆ حمد عبادت بھی ہے اور شانِ عبادت بھی۔

☆ حمد تمام عبادات میں افضل ترین عبادت ہے۔

☆ حمد ادب ہی نہیں بلکہ روحِ ادب ہے۔

حمد منشائے ایزدی ہے۔حمد سنتِ رسول ﷺ ہے۔حمد حسنِ کائنات ہے شعور وفہم و ادراک کا منبع ہے۔حمد خزینۂ رحمت ہے حمد سے عزت وعظمت ہے۔حمد راہِ مستقیم ہے۔حمد تحفۂ عظیم ہے۔حمد رنج والم کا مداوا ہے۔حمد مسرت وشادمانی کا سرچشمہ ہے۔حمد سانسوں میں ایمان کی روانی ہے۔حمد زندگی کا قرینہ ہے۔حمد جو ہر طوفاں سے بچالے وہ سفینہ ہے۔حمد خوشبو ہے۔رنگ ونکہت ہے حمد نعت ہے۔حمد فرحت ہے۔حمد انصاف کی کسوٹی ہے۔حمد پرچم ہے رحمتوں والا۔حمد تو حق کا بول بالا ہے۔حمد سب انبیاء کی سنت ہے۔حمد خلفائے راشدین کا وظیفۂ حیات ہے۔حمد ہے نورِ کُل جہانوں کا۔حمد سے نور آسمانوں کا۔حمد ادراک سب جہانوں کا۔حمد مومن کے دل کی دھڑکن ہے۔

حمد قرآن بھی ایمان بھی ہے۔حمد اللہ کی پہچان بھی ہے۔حمد آجر کی سچی اجرت ہے۔حمد قوت ہے حمد جرأت ہے۔حمد مظلوم کی وکالت ہے۔حمد سچائی کی دلالت ہے۔حمد اللہ کی رضا

ٹھہری۔حمد کی وسعتیں بہت گہری۔حمد سب کی زباں پہ آتی ہے۔حمد ذلت سے بھی بچاتی ہے۔حمد جھومر ہے، ہر عبادت کا۔حمد حسن ادب ہی نہیں، روحِ ادب بھی ہے۔حمد ایمان کی پہچان ہے بلکہ ایمان کی جان ہے۔

خورشید میلسوی صاحبِ طرز شاعر ہیں۔ان کا مجموعۂ نعت ''جمالِ نظر'' اہلِ علم اور اہلِ دل سے داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔''جمالِ نظر'' کو وزارتِ مذہبی امور کی جانب سے سیرت ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔

میرے لیے یہ انتہائی مسرّت کی بات ہے کہ خورشید میلسوی کا مجموعۂ حمد اشاعت کے لیے تیار ہے، بخدا مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ جب کوئی شاعر پہلی مرتبہ حمدِ باری تعالیٰ لکھنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، یا پھر کوئی شاعر ماہانہ طرحی حمدیہ مشاعرے کے لیے حمد کہہ کر مشاعرہ میں شرکت کرتا ہے۔اس کے علاوہ اس وقت تو میری خوشی کی انتہا نہیں ہوتی جب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شاعر کا حمدیہ مجموعہ شائع ہونے والا ہے یا شائع ہو چکا ہے۔میری معلومات کے تحت اُردو حمد کے ۴۹ مجموعہ ہائے حمد شائع ہو چکے ہیں۔پنجابی زبان کے دو مجموعہ ہائے حمد منظر عام پر آئے ہیں۔بالعموم عوام الناس بالخصوص اہلِ علم و قلم کی معلومات کے لیے مجموعہ ہائے حمد کی تفصیلات ترتیب وار پیش کر رہا ہوں۔

مُفتی سرور لاہوری ''دیوانِ ایزدی'' (۱۹۰۸ء)...... مضطر خیر آبادی ''نذرِ خدا'' (۱۹۱۲ء)...... امتہ اللہ تسنیم ''بابِ کرم'' (۱۹۵۴ء)...... عبدالسلام طور ''پتھر میں آگ'' (۱۹۸۰ء)...... مظفر وارثی ''الحمد'' (۱۹۸۴ء)...... طفیل دارا ''لاشریک'' (۱۹۸۴ء)...... لطیف اثر ''صحیفۂ حمد'' (۱۹۸۸ء)...... حافظ لدھیانوی ''سبحان اللہ وبحمدہٖ'' (۱۹۹۰ء)...... حافظ لدھیانوی ''سبحان اللہ العظیم'' (۱۹۹۰ء)...... کاوش زیدی ''بحضورِ حق تعالیٰ'' (۱۹۹۰ء)...... لطیف اثر ''صحیفۂ ذات'' (۱۹۹۲ء)...... ڈاکٹر قیوم پاشا زبیری ''بصیرت'' (۱۹۹۲ء)...... لالہ صحرائی ''قلم سجدے'' (۱۹۹۳ء)...... ابرار کرت پوری ''خالقِ ذوالجلال'' (۱۹۹۴ء)...... مسرور بدایونی ''حمدیہ قطعات'' (۱۹۹۴ء)...... لطیف اثر ''طلوعِ حمد'' (۱۹۹۵ء)...... حافظ لدھیانوی ''ذوالجلال والاکرام'' (۱۹۹۶ء)...... محبت

خان بنگش ''خدائے ذوالجلال'' (۱۹۹۶ء)...... انوار عزمی ''نام بہ نام حمد وثنا'' (۱۹۹۸ء)...... شیبا حیدری ''حمد نامہ'' (۱۹۹۸ء)...... گہر اعظمی ''اللہ اکبر'' (۱۹۹۹ء)......احسان اللہ طاہر ''اوّل حمد وثنا الٰہی'' (۱۹۹۹ء)......لطیف اثر ''اللّٰھم'' (۲۰۰۰ء)...... مظفروارثی ''لاشریک'' (۲۰۰۰ء)...... جمیل عظیم آبادی ''الرحمٰن'' (۲۰۰۰ء)......طاہر سلطانی ''حمد میری بندگی'' (۲۰۰۰ء)......اجمل نقشبندی ''صحیفہ حمد کا'' (۲۰۰۰ء)......عارف منصور ''حمد ومناجات'' (۲۰۰۰ء)...... سجاد سخن ''ربُّ العالمین'' (۲۰۰۱ء)...... نگار فاروقی ''اللہ الصّمد'' (۲۰۰۱ء)...... تنویر پھول ''زبورِ سخن'' (۲۰۰۲ء)......علیم النساء ثناء ''تری ہی حمد وثناء'' (۲۰۰۲ء)...... عزیز الدین خاکی ''الحمدللہ'' (۲۰۰۲ء)......راغب مراد آبادی ''الاسماء الحسنٰی'' (۲۰۰۳ء)......خطیب گلشن آبادی ''محامدِ باری تعالیٰ'' (۲۰۰۳ء)...... یونس ہویدا ''ثنائے کبریا'' (۲۰۰۴ء)...... مشکور حسین یاد ''اِلّا ھُو'' (۲۰۰۴ء)...... منیر الحق کعبی بہل پوری ''حریمِ حمد'' (۲۰۰۴ء)......ظفر ہاشمی ''سجدۂ شکر'' (۲۰۰۴ء)......تنویر پھول ''ارحم الرّاحمین'' (۲۰۰۵ء)...... محمد اقبال نجمی ''نغمۂ حمد'' (۲۰۰۵ء)......شاعر علی شاعر ''ارمغانِ حمد'' (۲۰۰۵ء)......راجا رشید محمود ''سجودِ تحیت'' (۲۰۰۷ء)......سراج الدین سراج ''حمد وثنا کی گونج'' (۲۰۰۸ء)...... طاہر سلطانی ''حمدِ کردگار'' (۲۰۱۰ء)......صبا اکبر آبادی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' (زیرِ طباعت)......سائرہ تشنہ ''سرچشمۂ حمد'' (درج نہیں)......راجا رشید محمود ''خدائے شہِ زمن'' محمد اقبال نجمی ''اُچّی ذات کمالاں والی'' (۲۰۰۸ء)......

خورشید میلسوی کا صاحبِ کتاب حمد گو شعراء کی فہرست میں اُنتالیسواں نمبر ہے جبکہ ان کے مجموعۂ حمد کا پچاسواں نمبر ہے۔ یاد رہے یہ فہرست راقم اپنی محدود معلومات کے مطابق فراہم کر رہا ہے۔ قابلِ مبارک باد ہیں خورشید میلسوی کہ اللہ ربُّ العزت نے انہیں یہ سعادت بخشی۔ خورشید میلسوی قادرالکلام اور صاحب طرز شاعر ہیں۔ وہ لفظ کی حرمت و تقدیس سے واقف ہیں۔ خورشید میلسوی نے مجموعۂ حمد کا آغاز بارگاہِ قاضی الحاجات میں مناجات سے کیا ہے۔ وہ مناجات میں مال وزر نہیں، بلکہ وہ تو لفظوں کی حرمت وتقدیس اور فہم وفراست کی دعا

مانگ رہے ہیں۔

لفظ کی حرمت و تقدیس کے صدقے یاربّ
تُو مجھے صاحبِ تفہیم و فراست کردے
تجھ کو قدرت ہے ہر اک شے پہ اگر تُو چاہے
لوحِ محفوظ کی تبدیل عبارت کردے
تُو اسے دامنِ رحمت میں چھپا لیتا ہے
جو ترے سامنے اظہارِ ندامت کردے
تُو بصارت کو مری نورِ بصیرت سے اُجال
تُو مجھے صاحبِ عرفانِ حقیقت کردے
قلبِ خورشیدؔ میں تو سوزِ بلالؓ جیسا
جذبۂ مدحتِ سرکارؐ ودیعت کردے

پُراثر و روح پرور دُعا کے بعد وہ اس بات کا اقرار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ۔

اس نے صد شکر کہ اثبات میں رکھا ہوا ہے
مجھ کو مصروف مناجات میں رکھا ہوا ہے
جس قدر ظرف ہے اتنا ہی دیا ہے اس کو
اس نے ہر شخص کو اوقات میں رکھا ہوا ہے
زندگی بھی تو امانت ہے اسی کی آخر
موت کو جس نے مری گھات میں رکھا ہوا ہے

انہیں قلم کی حرمت کا ادراک ہے اور وہ اس وصف سے فیضیاب بھی ہیں۔

تہی داماں ہوں ، تہی دست نہیں ہوں خورشیدؔ
اس نے اک وصف مرے ہات میں رکھا ہوا ہے

ماں ایک عظیم ہستی ہے۔ جس کی محبت کا دنیا میں کوئی نعم البدل نہیں، لیکن خالق کائنات کی ذاتِ بابرکات کے قربان جایئے کہ وہ اپنے بندوں کو اس قدر چاہتا ہے کہ ۷۰

ماؤں کا پیار ایک طرف اور مالکِ ارض و سماوات کا پیار ایک طرف۔ وہی تو ہے جو ہمارا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم ربّ کائنات کے احکامات پر عمل سے گریزاں ہیں۔ خورشید میلسوی کا حمدیہ رنگ ایک اقرار کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ اقرار میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف میرے قلب کی آواز ہے بلکہ ہر بندۂ مومن کے دل کی صدا ہے۔

گمرہی سے ترا عرفان بچاتا ہے مجھے
تیری ہی ذات کا ایقان بچاتا ہے مجھے
ڈگمگاتے ہوئے قدموں کا سہارا تُو ہے
میں جو گرتا ہوں ترا دھیان بچاتا ہے مجھے
کیا بگاڑے گا یہ طوفانِ حوادث میرا
ہر قدم پر مرا رحمان بچاتا ہے مجھے
کرب لمحوں سے وہی دیتا ہے خورشید نجات
کیسے کہہ دوں مرا وجدان بچاتا ہے مجھے

وہ ایک جگہ لکھتے ہیں ۔

نورِ عرفانِ حقیقت بھی خدا کی دین ہے
حمد لکھنے کی سعادت بھی خدا کی دین ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ حمد و نعت کہنے کی توفیق ہر کس و ناکس کو میسّر نہیں، مگر یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حمد و نعت نگاری کے لیے قرآن و حدیث کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ خورشید میلسوی کی حمد نگاری قرآن و حدیث کے آفاقی پیغام کو عام کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے، اس لیے کہ انہوں نے حمدیہ شاعری کے ذریعے اللہ کی وحدانیت اور اس کی صناعی کے مختلف پہلوؤں پر انتہائی سلیقے سے اظہارِ خیال فرمایا ہے، انہوں نے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے بہت سے موضوعات کو اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے حمد کی حدود کو بھی مدِ نظر رکھا ہے۔ ان کی فکر میں ندرت و رعنائی کے ساتھ ساتھ ایک توازن نظر آتا ہے جو ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ خورشید میلسوی ایک

ایسے حمد گو شاعر ہیں کہ جن کی حمد یہ شاعری میں کسی قسم کا الجھاؤ نہیں ہے، بلکہ ان کا کلام بآسانی ذہن کے دریچوں سے گزرتا ہوا قلب و ذہن میں اپنی جگہ بنالیتا ہے۔ ان کے حمد یہ کلام نے مجھے بہت متاثر کیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو، کہتے ہیں ''جو بات دل سے نکلتی ہے اَثر رکھتی ہے۔''

کسی کو خواب کسی کو خیال دیتا ہے
کسی کو ہجر ، کسی کو وصال دیتا ہے
میں اس سے قطرۂ شبنم کی بھیک مانگتا ہوں
وہ میری سمت سمندر اچھال دیتا ہے
زمینِ حرف کو کرتا ہے آسماں بردوش
وہی خیال کو اوجِ کمال دیتا ہے
یہ سب اندھیرے اُجالے ہیں دستِ قدرت میں
وہ روز و شب کو نئے خدوخال دیتا ہے
اتارتا ہے فلک سے کبھی ''من و سلویٰ''
کبھی زمین سے رزقِ حلال دیتا ہے
وہی جو ماں کی دعاؤں کو رَد نہیں کرتا
وہی جو سَر سے بَلاؤں کو ٹال دیتا ہے
اسی کے دستِ ہُنر کا ہے آئینہ خورشید
جو آئینے کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے

''زمانہ بہت خراب ہے۔ بہت بُرا وقت آگیا ہے''...... یہ جملے آج کل عام طور پر کہے جاتے ہیں۔ اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لیے شاعر کا ایک خوبصورت شعر دیکھئے۔

خود بُرا ہوں ، میں زمانے کو بُرا کیسے کہوں
یہ زمانہ ہے ترا ، اور زمانہ تُو ہے

اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ جو دستورِ حیات دیا ہے اس کا مماثل ناممکن

ہے۔شاعر ایک اہم نکتہ کی جانب توجہ مبذول کرا رہا ہے۔

تیرا آئین ہے ، دستورِ حیاتِ دوراں
تیرے قانون سے بڑھ کر کوئی قانون نہیں
کیوں نہ ہر لب پہ تری حمد وثنا ہو مولا
کون ہے ، جو ترے احسان کا ممنون نہیں
تیرا فرمانِ معظم ہے ، نبیؐ کی سنّت
جو بھی قرآن سے ہٹ کر ہے وہ مسنون نہیں

مقطع میں حمد گوئی کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے ۔

کیا کرے اور بھلا خامۂ خورشید رقم
اِک ترے ذکر سے بڑھ کر کوئی مضمون نہیں

مالکِ ارض وسماوات کی حکمتیں کون سمجھ سکتا ہے؟ خالقِ کائنات نے ہر چیز کا جوڑا بنایا، دن کے ساتھ رات بنائی، سورج کے ساتھ چاند بنایا، خوشی وغم، عسرت وغربت، روشنی و تیرگی...... ہر چیز اپنے اپنے دائرے میں اپنا کام سرانجام دے رہی ہے۔قربان جایئے ربّ کائنات کے اور ہمہ وقت اس کا شکرادا کرتے رہیے۔خورشید میلسوی کے دو حمدیہ اشعار آپ کی نذر اس دعا کے ساتھ کہ ہم سب کو قربِ خدا اور قربِ مصطفیٰ ﷺ نصیب ہو۔

اندھیری شب میں ستاروں کو جگمگاتا ہے
وہی تو ہے جو ہمیں راستہ دِکھاتا ہے
اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے حیات و ممات
وہی چراغ جلاتا وہی بجھاتا ہے
جو اس سے دُور ہوا وہ ذلیل و خوار ہوا
قریب اس کے جو ہوتا ہے ، بار پاتا ہے

شاعرِ حمد کی پرواز جب تھک ہار کر واپس آتی ہے تو وہ پُکار اُٹھتا ہے ۔

تُو ماورا ہے اوج و عروجِ کمال سے
ہے تیری ذات پاک مبرّا مثال سے

شاعر کو اس بات کا ادراک ہے کہ ربّ کائنات کی یاد سے غفلت کتنی نقصان دہ چیز ہے، تب ہی تو اس نے کہا ۔

وہ دن جو تیری یاد سے غفلت میں ہو بسر
وہ دن نکال دے تو مرے ماہ و سال سے

شاعر کی پاکیزہ خواہش جسے اس نے سرشاری کے عالم میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے، شاعر کا نغمۂ حمد قاری کے قلب میں نہ صرف کیف و سرور پیدا کرے گا، بلکہ اس کے لبوں پر بھی حمد کا یہ ترانہ جاری ہو جائے گا۔

جب عالمِ شب بیداری ہو — جب آنکھ سے گریہ زاری ہو
جب نزع کا عالم طاری ہو — جب چلنے کی تیاری ہو
تری حمد لبوں پر جاری ہو

محبوبِ کبریا، محمدؐ کی غلامی، آزادی کی ضمانت، مسندِ شاہی کی علامت ہے۔ ربّ کائنات کے احکامات سے انحراف، ذلت و رسوائی کی نشانی ہے۔ ان عبرت زدہ نشانوں سے فرعون و نمرود اور یزید کے عکس نمایاں ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے خورشید میلسوی کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے ۔

کون ہے تجھ سے انحراف کرے
ہر نفس تیرا اعتراف کرے
تُو ہی افضل ہے تُو ہی برتر ہے
ذرّہ ذرّہ یہ انکشاف کرے
قلب مومن ہے مثلِ آئینہ
جب کرے بات صاف صاف کرے

سَر جھکے ، اور غیر کے آگے؟
توبہ توبہ ، خدا معاف کرے
خواہشِ دید ہے جسے ربّ کی
خانۂ دل میں اعتکاف کرے
دعویٰ بندگی اگر ہے اسے
پہلے قلب و نظر کو صاف کرے
خواب میں ہی سہی کبھی خورشید
کعبۂ اللہ کا طواف کرے

خورشید میلسوی کے بیشتر اشعار میں قرآن وحدیث کے مفہوم نمایاں ہیں۔قلب کے تاروں کو چھو لینے والے چند اشعار جن میں آپ کو قرآن وحدیث کی صدائیں صاف طور پر سُنائی دیں گی۔

دریاؤں کو جب چاہے وہ صحرا میں بدل دے
صحراؤں کو جب چاہے وہ دریا میں بدل دے
وہ قادرِ مطلق ہے ، نہیں اس کو یہ مشکل
دنیا کو مری جنّتِ عظمیٰ میں بدل دے
کیسے کوئی تاثیرِ شفا چھین لے اس سے
جس ہاتھ کو وہ دستِ مسیحا میں بدل دے
شاہوں سے کبھی چھین لے دستارِ فضیلت
ادنیٰ کو کبھی منصبِ اعلیٰ میں بدل دے
ہاتھوں میں اسی کے ہیں ، زمانے کی طنابیں
وہ حال کو ماضی ، کبھی فردا میں بدل دے
خورشید رُتوں پر بھی تصرّف ہے اسی کا
صرصر کو اگر چاہے وہ پروا میں بدل دے

کون سا ایسا انسان ہے، جس کے قلب و دھیان میں خیال و خواب کی بارات نہ اُترتی ہو، ہماری آنکھوں کے تلووں میں ربّ العزت کی بنائی ہوئی دنیا کے سینکڑوں منظر سما جاتے ہیں۔ حمدِ بے حد اس خدائے عرش کو جس نے شاعر کو ذوقِ حمد بخشا...... جس نے بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہبری کے لیے مقصودِ کائنات ﷺ کو دنیا میں بھیجا۔ اسی پاک ربّ نے "فیل والوں پر" آسمان سے پتھروں کی بارش کی۔ شاعر کے دل و نگاہ سے گزر کر صفحۂ قرطاس پر نقش ہو جانے والی پُراثر حمد کے کچھ اشعار آپ کی نذر ؎

خیال و خواب کے لشکر اُتارتا ہے وہی
ہماری آنکھ میں منظر اُتارتا ہے وہی
خدا کی حمد و ثنا کب کسی کے بس میں ہے
یہ ذوق ذہن کے اندر اُتارتا ہے وہی
کمالِ دستِ ہُنر سے ہزاروں نقشِ جمیل
جبینِ خاک کے اُوپر اُتارتا ہے وہی
عنانِ رشد و ہدایت اسی کے ہاتھ میں ہے
ہمارے واسطے رہبر اُتارتا ہے وہی
خود اپنے گھر کی حفاظت میں "فیل والوں" پر
فرازِ چرخ سے پتھر اُتارتا ہے وہی
دل و نگاہ کی خورشید خانقاہوں میں
عقیدتوں کے کبوتر اُتارتا ہے وہی

ہمارا ربّ مالکِ ارض و سماوات ہی نہیں وہ حُسنِ کائنات بھی ہے۔ تخلیقِ شش جہات میرے ربّ کا عظیم کارنامہ ہے۔ فکرِ شاعر یہ بھی ہے کہ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد حضور پُرنور، آنحضرت ﷺ کی نعت مبارکہ وردِ زبان ہو۔ حمد کا مطلع و مقطع ملاحظہ فرمائیں ؎

تُو مالکِ حیات ہے، اے ربّ کائنات
تُو حُسنِ کائنات ہے، اے ربّ کائنات

نطق و زبان پر تری حمد وثنا کے بعد
تیرے نبیؐ کی نعت ہے ، اے ربّ کائنات

اے مسلمانو! دستِ دعا دراز کرو......صدقِ دل سے توبہ کے طلبگار بنو......اور عجز و انکسار کے ساتھ سر کو ربّ کی دہلیز پر جھکا دو......بخدا رحمتِ باری تمہیں ضرور بالضرور خوش آمدید کہے گی۔اس تناظر میں شاعر کے دو اشعار جو ہمیں وحدانیت کا درس دیتے ہیں ۔

سرنگوں کیوں ہو بھلا اور کسی کے آگے
تیری دہلیز پہ سر اپنا جھکانے والا
منتظر رحمتِ باری ہے برابر خورشیدؔ
ہے کوئی اس کی طرف ہاتھ بڑھانے والا

شاعر کی ایک مناجات کے چند اشعار اس دعا کے ساتھ کہ خاتمہ بالخیر ہو اور دنیائے فانی میں زندگی عزّت و راحت کے ساتھ گزرے۔

شدّتِ کرب سے نجات ملے
اے خدا راحتِ حیات ملے
مال و زر کی طلب نہیں یاربّ!
مجھ کو لفظوں کی کائنات ملے
جو تری نعمتوں سے ہیں معمور
ایسے لوگوں کا مجھ کو سات ملے
سر بہ سجدہ رہوں ترے آگے
جب تلک مہلتِ حیات ملے
اور کچھ بھی نہیں مجھے درکار
بس تری چشمِ اِلتفات ملے
از طفیل محمدؐ عربی
پائے خورشیدؔ کو ثبات ملے

خورشید میلسوی خوش بخت ہیں کہ ربّ کائنات نے انہیں حمد گوئی کے لیے منتخب کرلیا اور یہ بات طے شدہ اور حتمی ہے کہ جب باری تعالیٰ کسی کو اپنی حمد گوئی کے لیے منتخب کرلے تو پھر اس خوش نصیب پر رحمت کے در وَا کر دیتا ہے۔ محترم خورشید میلسوی پر رحمت کے در وَا ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور میری دعا ہے کہ خورشید میلسوی کے حمدیہ کلام کو قبولیت کا درجہ عطا فرما کر ان پر مزید کرم کی بارشیں فرمائے۔ آمین

حمد وثنا کے باب میں وہ خوش نصیب ہوں
اس کارِ خیر پر جسے مامور کر دیا
ہم نے خدائے پاک کی رسّی کو چھوڑ کر
خود کو فصیلِ ذات میں محصور کر دیا
''لاتقنطوا'' سے دل کا شبستاں اُجال کر
خورشید ہر خطر سے مجھے دُور کردیا

خورشید میلسوی ایک خردمند پختہ کار شاعر ہیں۔ ان کی حمدیہ شاعری میں جہاں قرآن وحدیث کے حوالے موجود ہیں وہیں ان کا انکسار و عاجزی ان کی مناجات میں ایک خاص تاثر کے ساتھ موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاعر کے لیے یہ بڑا اعزاز ہے۔ خورشید میلسوی کا مجموعۂ حمد ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' اُردو حمدیہ ادب میں گراں مایہ اضافہ ہے۔ میری معلومات کے مطابق وہ ۳۹ ویں صاحبِ کتاب حمد گو شاعر ہیں۔ ان سے پہلے ۳۸ شعراء و شاعرات کے اُردو مجموعہ ہائے حمد شائع ہو چکے ہیں، تفصیلات آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

میں دل کی گہرائیوں سے خورشید میلسوی اور ان کے شاگردِ رشید علی حسین جاوید (جو اس کتاب کے ناشر بھی ہیں) کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ کاروانِ حمد میں زیادہ سے زیادہ شعراء کرام شامل ہوں اور کاروانِ حمد سبک رفتاری سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہے۔ میری یہ بھی دعا ہے کہ خدائے لم یزل خورشید میلسوی کے حمدیہ کلام

کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر روزِ محشر انہیں سرخرو فرمائے۔

میری پروازِ تخیل کو کرے گا دوچند
وہ مرے حرف کو بے پَر نہیں ہونے دے گا
اُس کی رحمت سے میں خورشید نہیں ہوں مایوس
مجھ کو رسوا سرِ محشر نہیں ہونے دے گا

میں اپنے اس شعر پر مضمون کا اختتام کر رہا ہوں ۔

یہ جو لمحے باقی ہیں عمر کے ، انہیں وقفِ حمدِ خدا کروں
اِسی جستجو میں اَجل ملے اِسی آرزو میں جیا کروں

لفظوں کی کائنات کا طالب خورشید بیگ میلسوی

منظر عارفی

حمد باری تعالیٰ عزوجل قرآن مجید میں نازل شدہ آیات کی دل نواز تلاوت سے ہو یا اپنی مادری زبان میں نثر و شعر میں بیان کی جائے زبانی عبادت بھی ہے اور آفاقی سعادت بھی۔ فکری طہارت کی ضوفشانی بھی ہے اور روحانی مسرت کا منبع بھی۔ خزانہ جل وعلا سے لٹائی جانے والی لازوال برکت بھی ہے اور جنہیں حق تعالیٰ عزوجل نے خاص فراوانی کے ساتھ شعور و فہم اور دولتِ سخن سے نوازا ہے ان پر حسب مراتب علم و فن ایک امانت بھی ہے۔

یہ ایک ایسی امانت ہے جس کا حکم (اپنی مادری زبان میں بہ اسلوب نظم و نثر) اگرچہ نہ تو فرض و واجب کا سا ہے اور نہ سنت وکفایہ کا۔ لیکن اپنے عامل کے لیے یہ ایک ایسا بار آور عمل ہے جس کا اجرِ عظیم اللہ عزوجل کی خوشنودی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جسے مالک الملک کی خوشنودی حاصل ہو گئی اسے سب کچھ حاصل ہو گیا۔ عبادات وطاعات کا طویل اور حسین سلسلہ اسی خوشنودی سے مشروط ہے۔

جب ہم تاریخ انسانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہر دور کا انسان اور ہر سطح کا انسان اپنے پیدا کرنے والے سے سب سے زیادہ متاثر اور سب سے زیادہ اس کا معتقد نظر آتا ہے۔ گویا یہ انسان کی فطرت ہے۔ اسی اثر انگیزی اور اعتقاد کی بدولت وہ اپنی مادری زبان میں بے اختیار اپنے خالق و مالک کی تعریف و توصیف کرتا ہے اور اس پر بڑی سیری اور فرحت محسوس کرتا ہے۔ اہل ایمان کو کیونکہ ان کے انبیاء علیہم السلام نے تعلیم دی۔ خالق و مالک وحدہ لاشریک کے حوالے سے اور کثیر معلومات سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ اہل ایمان زیادہ صحیح راستوں پر رہے۔

اگرچہ ان میں بھی بے پروائی برتنے والوں کی کمی نہیں آتی لیکن ہم تو صرف ان کے بارے میں بات کرنے کے مجاز ہیں جنھوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور نہ صرف سمجھا

بلکہ اس کو اپنے تخلیقی شہ پاروں میں برتنے کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

پنجاب کے دور افتادہ ادبی مراکز سے دور ایک چھوٹے سے شہر ''میلسی'' کے شاعر خورشید بیگ میلسوی صاحب کو میں ایسے ہی ذمہ داروں کی صف میں رونق افروز دیکھتا ہوں۔

خورشید بیگ میلسوی 1947ء کو میلسی پاکستان میں پیدا ہوئے۔ ہومیو پیتھک ڈاکٹر فاضل طب و جراحت ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت اور جدید لب و لہجے کے شاعر، نقاد، اور تجزیہ کار ہیں۔ ان کی غزلیہ شاعری کے تین معرکتہ الآرا مجموعے علی الترتیب ''ہجرتوں کے سلسلے'' (1992ء) ''بشارتوں کے امین موسم'' (2001ء) اور ''بارش کے بعد'' (2010ء) شائع ہو کر علمی و ادبی حلقوں سے اپنے منفرد اسلوب اور دل نواز فکر انگیزی کے ساتھ ساتھ خلوص و عشق کی بدولت زبردست پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ 2004ء میں ان کا قومی سیرت ایوارڈ یافتہ نعتیہ مجموعہ ''جمال نظر'' بھی شائع ہو کر ان کی نعتیہ شاعری کے کمالات کے چراغ روشن کر رہا ہے۔ ابھی ہم ان کی ان چار محترم کتابوں کے سحر سے لطف اندوز ہو ہی رہے تھے کہ انہوں نے اپنے حمدیہ مجموعے کی اشاعت کا چٹخارہ نہ صرف ہماری سماعت میں ڈال دیا بلکہ اپنی حمدوں کا کمپوز شدہ مسودہ آنکھوں کو دیدار اور سوچوں کو اپنے حمدیہ افکار سے مرصع اشعار سے معطر کرنے کے لیے عنایت بھی فرما دیا۔

الحمد اللہ میرا یہ نظریہ ہے بلکہ آپ اسے میرا عقیدہ بھی سمجھئے۔ کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو دولت شعر و سخن ودیعت فرماتا ہے تو شعر و سخن کے حوالے سے جملہ لوازمات بھی اس پر تنگ نہیں فرماتا نہایت فراوانی کے ساتھ عطا فرما دیتا ہے۔ جس کو اس کا ادراک ہو جاتا ہے وہ اس کی قدر کرتا ہے۔ اور اس منصب کا حق ادا کرنے کی کوشش میں تن من دھن سے مصروف ہو جاتا ہے۔ اور جو بے چارہ اس کا ادراک ہی نہیں کر پاتا اسے کچھ کہنا ہی فضول ہے۔

خورشید بیگ میلسوی کے متذکرہ بالا مجموعۂ حمد کا نام ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' تجویز ہوا جو ان کی ایک حمد سے ماخوذ ہے۔ بلکہ اُس حمد کی ردیف ہے۔

تو داتا ہے ان داتا ہے تو خالق ہے تو مالک ہے
تو ارفع ہے تو اعلیٰ ہے تو خالق ہے تو مالک ہے

قرطاس ابیض پر کن کن رنگوں میں انہوں نے اپنے حمدیہ افکار کی منظر کشی کی ہے اس کا ادراک قاری کو ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' کے حرف اول سے آخری حرف تک مطالعے سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ تاہم چند اہم خصوصیات جو میری محدود نگاہ میں آسکیں ان کو ذیل میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ان کا زیادہ تر حمدیہ کلام حسب روایت و عادت غزل کی ہیئت میں ہے اور حمدیہ ہونے کے باوجود غزل کی روایتی زیبائی اور فطری چاشنی کسی بولتے ہوئے جادو کی طرح ان کی حمدوں میں سر چڑھ کر بول رہی ہے۔

خیال و خواب کے لشکر اُتارتا ہے وہی
ہماری آنکھ میں منظر اُتارتا ہے وہی
خزینہ ہائے سخن سے حروفِ گوہر بار
درُونِ قلبِ سخنور اُتارتا ہے وہی

دراصل غزل ایک ایسا میدان ہے کہ جو اس میدان کا شہسوار رہا، ہر میدان کی فتوحات اس کے ہاتھوں کی لکیروں اور مقدر کے صحیفوں میں لکھی نظر آئیں۔ بعض جگہ جب میں اس فکر کو پڑھتا ہوں کہ ''فلاں صاحب نے حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد یا فلاں شیخ کامل کی ارادت کے حصول کے بعد غزل سے توبہ کر لی اور حمد و نعت کے ہو کر رہ گئے۔'' تو میں حیرت زدہ رہ جاتا ہوں اور بلا مبالغہ یہ بات سوچتا ہوں کہ ان صاحب نے اپنے ادبی مستقبل کا کفن اپنے ہاتھوں سے سی کر پہن لیا ہے اور وقت یا تو ان کی تدفین سے فارغ ہو چکا ہوگا یا عنقریب یہ مدفن برد کر دیے جائیں گے۔ عورتوں کے حوالے سے ایسے مضامین جو اخلاق باختہ اور فحش کے زمرے میں آتے ہیں، اور وہ لایعنی باتیں جن کی کوئی علمی یا فنی توجیہ نہیں کی جا سکتی، سنجیدہ دور کی ہر شاعری میں باعث تضحیک رہے ہیں۔ اس کے علاوہ غزل میں کیا چیز بری ہے؟ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ بری بات تو حمد و نعت میں بھی ہو تو

بری ہے اور محلِ توبہ ہے چہ جائیکہ غزل۔ اور اگر یہ چیزیں غزل میں نہ ہوں تو کیوں اس پر تاسف اور شرمندگی کا اظہار کیا جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شعرائے عرب کے جو اشعار یا قصائد پیش کیے جاتے تھے وہ قرآن وسنت سے ماخوذ یا ان کے ترجمان تھوڑی ہوتے تھے۔ اور نہ ہی عورتوں کے جھوٹے حسن وعشق اور فحش نگاری پر مشتمل ہوتے تھے۔ بلکہ ان میں تاریخ، علم وحکمت وغیرہ جیسے موضوعات کی تابانیاں ہوتی تھیں جبھی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم شخصیت نہ صرف ان پر توجہ فرماتی تھی۔ بلکہ کبھی کبھی ان کو سنانے کا مطالبہ بھی فرماتی تھی۔

غزل کی پختگی شاعر کو حمد ونعت ومنقبت بلکہ ہر صنفِ سخن میں اسے کمالِ سخن سے متصف کرتی ہے۔ غزل پر بھرپور دسترس نے خورشید بیگ میلسوی صاحب سے حمد میں کیسے کیسے خوبصورت شعر کہلوائے ہیں سبحان اللہ۔ اس کا مزہ تو وہی پائے گا جسے غزل کے بیان نہ کیے جاسکنے والے ذائقوں کا ادراک ہو۔

اُسی کے ذکر سے مٹتی ہے تشنگی میری
اُسی کا ذکر مری تشنگی بڑھاتا ہے
خدائے حرف و سخن نو بہ نو خیالوں کو
ہمارے دامنِ ادراک پر بکھیرتا ہے

خورشید بیگ میلسوی صاحب کی حمدوں میں ایک خوبی یہ بھی تواتر سے نظر آتی ہے کہ اس میں خالق اور مخلوق کے فرق کا شعوری طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ یہ وصف بہت کم حمد گو شعراء میں نظر آتا ہے۔ روشنی، خوشبو، حسن، جمال، محبت، وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے۔ لیکن حمد کے بیشتر شعراء کے ہاں ان چیزوں کو براہ راست خدا کہا گیا ہے۔ الحمد اللہ! ایسی کوئی بات خورشید بیگ میلسوی کی حمدوں میں جہاں تک مری نگاہ پہنچ سکی (اور اللہ تعالیٰ میری نگاہ کی لاج رکھے) نظر نہیں آئی۔ یہ ان کے ذمہ دار ہونے کی بین دلیل ہے۔

ان کی حمدوں میں ایک یہ خوبی بھی بدرجہ اتم موجود ہے کہ وہ حمد باری تعالیٰ کی ذیل میں کہیں بھی خودستائی اور خودنمائی کا شکار نہیں ہوئے۔ ہم حمدیں اٹھا کر دیکھتے ہیں سات شعروں کی حمد کے پانچ شعروں میں "میں، میں، میں" بڑے کروفر سے موجود ہوتا ہے۔ خورشید بیگ میلسوی کے ہاں "میں" اور "مجھے" آپ ایسے پیرائے میں پائیں گے جن میں خودتوصیفی کی کوئی بُو نہیں ملے گی۔

ان کی حمدیہ شاعری میں بھی غزل کی طرح اردو محاوروں کی شہلائی وزیبائی جگہ جگہ ملے گی۔ یہ وصف آج کی شاعری جسے ہم "تازہ شاعری" کہہ رہے ہیں میں یکسر مفقود ہوتا آرہا ہے۔

سر جھکے اور غیر کے آگے
توبہ توبہ خدا معاف کرے

"تو خالق ہے تو مالک ہے" ان کے مجموعۂ حمد میں ایک کلام تو ایسا شاہکار میری نظر سے گزرا جسے میں اپنے مطالعے کی روشنی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ تجربہ بالکل منفرد ہے۔ اور اس کی انفرادیت یہ ہے کہ "خدا کی زبان میں" کہا گیا ہے۔ اور بہت سنبھل کے کہا گیا ہے اور بہت خوب کہا گیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خورشید بیگ صاحب کی دسترس حمد کے موضوعات پر کس قدر چست اور مضبوط ہے سبحان اللہ۔ اس کلام کا مطالعہ تو آپ ان کے مجموعہ حمد "تو خالق ہے تو مالک ہے" میں کیجئے گا میں یہاں صرف مطلع لکھ کر اس کلام کی نشاندہی کر رہا ہوں۔

کہا اُس نے! کہاں ہوتا نہیں میں
عیاں ہوں پر عیاں ہوتا نہیں میں

اس کلام کی ردیف کا ایک لفظ "میں" کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے لیے وہ اسلوب اختیار کیا جائے جو خورشید بیگ صاحب نے کیا ہے۔

حمد و نعت میں ایک اعتراض بڑی شدت سے یہ بھی اُٹھایا جاتا ہے کہ جناب "کلام

میں الوہیت اور رسالت میں فرق روا نہیں رکھا گیا۔" واقعہ یہ ہے کہ غیر ذمہ دار لوگوں کے ہاں تو واقعی اس کی چھاپ ہے بلکہ بہت گہری ہے۔ لیکن ذمہ دار اور محتاط شعراء پر بھی جب ہم یہ اعتراض جڑا ہوا پاتے ہیں تو سخت افسوس ہوتا ہے۔ یہ اعتراض جڑنے والے کو پہلے محل شاعری دیکھ لینا چاہیے۔ کیونکہ فی الواقعہ متعدد باتیں ایسی ہیں جو اللہ اور رسول میں عبدو معبود کا بین فرق ہونے کے باوجود دونوں ہستیوں کے درمیان ان کی اپنی اپنی شان کے مطابق مشترک ہیں۔ اس قسم کے مباحث اگر حمد میں ہوں تو انہیں محض اللہ تعالیٰ کی ذات والا کی طرف لوٹایا جائے۔ اور اگر نعت میں ہوں تو اس کا معیار ذاتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا جائے تو اس قسم کے بلاوجہ کے اعتراضات کا قلعہ خود بخود قمع ہو جائے گا۔ خورشید بیگ صاحب کا وصف ہے کہ ان کی حمد یہ شاعری اس قسم کے اعتراضات سے بھی محفوظ ہے۔ انہوں نے شعوری طور وہ بنیاد ہی استوار نہیں ہونے دی جس پر اس قسم کے اعتراضات کی عمارت تعمیر کی جا سکے۔

یہ ٹوٹے پھوٹے چند بے ربط جملے ہیں جو خورشید صاحب کی حمد یہ شاعری کے حوالے سے سینۂ قرطاس پر بکھر گئے۔ اور میں غیر شعوری طور پر اس قسم کی شعری کتب پر لکھے جانے والے روایتی مضمون کے اسلوب کے قریب بھی نہیں پھٹک سکا۔ شاید یہ بھی خورشید بیگ صاحب کی خصوصیت سے ہو۔ بارگاہِ الٰہی عزوجل سے "لفظوں کی کائنات" کے حصول کی دل نواز تڑپ کے طالب کے مزید در مزید زورِ قلم کے لیے نوکِ زبان سے دل کی گہرائیوں تک ترقی کی دعائیں ہیں۔ "گر قبول افتد......"

❁......❁......❁

خورشید بیگ میلسوی کا چمنستانِ تحمید

پروفیسر شفیق الرحمٰن الہ آبادی

خورشید بیگ میلسوی کا شمار ملک کے معروف اور قومی سیرت ایوارڈ یافتہ شاعروں میں ہوتا ہے ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' ان کا حمدیہ کلام پر مشتمل مجموعہ کلام ہے اس سے قبل ان کے چار شعری مجموعے ''ہجرتوں کے سلسلے'' 1992ء میں ''بشارتوں کے امین موسم'' 2001ء میں ''جمال نظر و قومی سیرت ایوارڈ یافتہ نعتیہ مجموعہ) 2004ء میں اور بارش کے بعد 2010ء میں شائع ہو کر علمی و ادبی حلقوں سے داد و تحسین پا چکے ہیں، حمد و نعت کی تحریک کا باعث ان کا علمی و دینی گھرانہ ہے ان کے والد محترم مرزا عبدالغفا بیگ کو مذہب سے گہرا لگاؤ تھا۔ خورشید بیگ میلسوی نے بیشمار نعتیہ مجموعوں کے فلیپ اور دیباچے تحریر کیے ہیں جو ان کے دینی ادب سے لگاؤ کے عکاس ہیں، پاکستان کے مختلف موقر ادبی رسائل و اخبارات میں ان کی حمدیں، نعتیں اور حمدیہ و نعتیہ مجموعوں پر ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، ان کی غزلوں کے اکثر اشعار میں حمدیہ رنگ نظر آتا ہے اس حوالے سے راقم الحروف ان پر ایک مضمون بعنوان ''خورشید بیگ میلسوی کی غزلوں میں حمدیہ رنگ'' تحریر کر چکا ہے۔

حمد کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ثنا کے لئے مخصوص ہے بلاشبہ تعریف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی کو زیبا ہے قرآن مجید کی اولین سورۃ الفاتحہ کا آغاز بھی حمد سے ہوتا ہے۔

الحمد لله رب العلمین

(تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) آسمانوں اور زمین پر جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جس کا اظہار قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ملتا ہے۔

سورۃ الجمعہ میں ارشاد ہے

ترجمہ! جو چیز آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح

کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے"

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور احسانات کو اگر ہم شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے اور نہ اسکی بندگی کا حق ادا کر سکتے ہیں اسکی ذات اتنی بلند اور عظیم الشان ہے جسکی گہرائی تک ہماری عقل وفہم کی رسائی بھی ممکن نہیں، ہمارا علم ناقص ہے اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے وہ کائنات کے ذرے ذرے کو جانتا ہے وہ عالم الغیوب ہے وہ بے مثل اور بے مثال ہے اگر تمام دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور تمام دنیا کے سمندر سیاہی بن جائیں تب بھی خدائے بزرگ و برتر کی مکمل تعریف نہیں لکھی جا سکے گی جہاں پر ہماری عقل ختم ہوتی ہے وہاں سے اللہ تعالیٰ کی تعریف شروع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی ہیں جن میں "اللہ" ذاتی باقی صفاتی نام ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اسی طرح اس کی صفات بھی لامحدود ہیں، حمد، کہنا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں کیوں کہ حمد کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ پر صدقِ دل سے یقین، ایمان اور محبت ہے توفیقِ الٰہی کے بغیر حمد نہیں ہو سکتی اس لئے خورشید بیگ میلسوی خود کہتے ہیں کہ

خدا کی حمد و ثنا کب کسی کے بس میں ہے
یہ ذوق ذہن کے اندر اتارتا ہے وہی
میں کہاں اور کہاں حمدِ خدائے برتر
یہ بھی قسمت سے میسر مجھے آئی ہوئی ہے

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے ہر ایک فیض یاب ہوتا ہے اس ذات سے مانگنے والا کوئی بھی سائل محروم نہیں رہتا بشرطیکہ ہم اس سے صدقِ دل سے طلب کریں خورشید بیگ میلسوی اس ذاتِ عالی شان سے اگر قطرہ مانگتے ہیں تو انہیں سمندر ملتا ہے

میں اس سے قطرۂ شبنم کی بھیک مانگتا ہوں
وہ میری سمت سمندر اچھال دیتا ہے

مومن "الوہی" صفات کا مظہر ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نمایاں صفت، تخلیق،

ہے اس لئے مومن کے ہر عمل اور سوچ کو تخلیقی ہونا چاہیئے اسے علمی، ادبی اور سائنسی تحقیقات کے سلسلے میں نئے نئے انکشافات کرنے چاہییں لیکن جب تک ان کا ذہن جمود کا شکار رہے گا وہ کوئی قابلِ ذکر تخلیقی کارنامہ سر انجام نہیں دے سکے گا اور نہ ہی اس کے فن میں ندرت پیدا ہوگی خورشید بیگ میلسوی چونکہ ایک تخلیق کار ہیں اس لئے وہ ذاتِ باری تعالیٰ سے جاہ و حشمت یا مال و دولت کی بجائے حرف کی دولت اور ندرتوں کے خزانے کے طلب گار ہیں۔

رب اظہار عطا حرف کی دولت کر دے
تو مرے دامنِ ادراک میں وسعت کر دے
ندرتوں کا خزانہ مجھے کر عطا
مجھ کو افکار کی تازگی بخش دے

اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز پر قادر ہے عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو فقیر کو وزیر اور وزیر کو فقیر بنا دے اس موضوع کو خورشید بیگ میلسوی نے یوں بیان کیا ہے۔

شاہوں سے کبھی چھین لے دستارِ فضیلت
ادنیٰ کو کبھی منصبِ اعلیٰ میں بدل دے

عصر حاضر میں ہر دوسرا فرد پریشانی میں مبتلا نظر آتا ہے مگر وہ اس پریشانی کے حقیقی راز سے بے خبر ہونے کے باعث اپنے مسائل کو عیش و عشرت، دولت اور اقتدار سے ختم کرنے کی ناکام سعی کرتا ہے مگر شاعر اس بات سے آگاہ ہے کہ اطمینانِ قلب اور حقیقی خوشی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی کیوں کہ مومن کا دل ہی اللہ تعالیٰ کا مسکن ہے

تیرے ہی ذکر سے آباد ہے دنیا میری
تیری ہی یاد میرے دل میں سمائی ہوئی ہے

خورشید بیگ میلسوی کا اختصاص یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اللہ

تعالیٰ کے عرفان کی دعوت دیتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ عرف نفسہ عرف ربہ (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) مذکورہ حدیث سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان کرنے کے لیے پہلے اپنی پہچان ضروری ہے شاعر مشرق علامہ اقبال کا مرکزی تصور خودی ہے جس میں انہوں نے خودی کے تین مراحل ضبطِ نفس، عبادت الٰہی اور نیابتِ الٰہی پیش کیے ہیں، جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے وہ اس بات سے واقف ہو جاتا ہے کہ اللہ اس سے کیا چاہتا ہے اسکی پیدائش کا مقصد کیا ہے ایسے خوش قسمت آدمی کو اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل ہو جاتی ہے اسکو اللہ تعالی کی طرف سے اختیارات منتقل ہو جاتے ہیں اور کائنات اس کے تابع ہو جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی مخفی حکمتیں منکشف ہوتی چلی جاتی ہیں لیکن جو آدمی خود شناسی سے نا آشنا رہتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں خسارے اور پچھتاوے میں رہتا ہے

وقت ہے اب بھی تو اپنے آپکو پہچان لے
پھر کہیں تجھ کو نہ پچھتانا پڑے محشر میں دیکھ

''تو خالق ہے تو مالک ہے'' ایک ایسا چمنستانِ تحمید ہے جس میں ناز و نیاز کی ایک دلنواز کہکشاں ہے جس میں ذاتِ باری تعالیٰ کی حمد خوبصورت اسلوب میں بیان کی گئی ہیں اس مجموعے کی اشاعت پر خورشید بیگ میلسوی مبارکباد کے مستحق ہیں مجھے یقین ہے کہ بارگاہ الٰہی میں یہ حمدیہ کلام ضرور شرفِ قبولیت حاصل کرے گا۔

کیا کرے اور بھلا خامۂ خورشید رقم
اک ترے ذکر سے بڑھ کر کوئی مضمون نہیں

اللہ اکبر

ہر ایک حرف ہے نغمہ برائے ربِ جلیل
ہر ایک سانس ہے وقفِ ثنائے ربِ جلیل

کمالِ فکر و ہنر پر میں کیسے اِتراؤں
زبان و نطق و قلم ہیں عطائے ربِ جلیل

دعائیہ

اے خدا
اپنی رحمت کے در کھول دے
ہم پریشان ہیں
ہم تباہ حال ہیں
ہم نے مانا کہ بے حد خطا کار ہیں
ہم سیہ کار ہیں
تیرے بندے ہیں بے شک گنہ گار ہیں
اے خدا، اے خدا
اپنی رحمت کے در کھول دے
ہم کڑے امتحانوں کے قابل کہاں

ہم تو کمزور ہیں
ہم تو بدحال ہیں، ہم تو نادار ہیں
زندگی کی تباہ کاریوں نے ہمیں
بھوک، افلاس، بیماریوں نے ہمیں
ہر قدم سخت دشواریوں نے ہمیں
مضمحل کر دیا
بے سکوں کر دیا
بے اماں کر دیا
ہم کو صبر و رضا
اے خدا، کر عطا
ہم پریشان ہیں، ہم کو دلشاد کر
از سرِ نو ہمیں پھر سے آباد کر
اے خدا، اے خدا
اپنی رحمت کے در کھول دے
ہم پریشان ہیں
ہم پریشان ہیں

”آیۃ الکرسی“

(ترجمہ)

وہ!

”اللہ ہے

نہیں معبود جس کے ماسوا کوئی

وہ خود

زندہ ہے، اوروں کو وہ قائم رکھنے والا ہے

نہ اس کو اونگھ آتی ہے

نہ اس کو نیند آتی ہے،

ہے جو کچھ آسمانوں میں

زمینوں میں

اسی کا ہے
نہیں کوئی
جو اس کے یاں سفارش کر سکے کوئی
مگر اس کی اجازت سے
اسے معلوم ہے، جو ان کے آگے اور پیچھے ہے
نہیں پاتے وہ اس کے علم میں سے
مگر وہ جس قدر چاہے
زمین و آسماں
سب اس کی کرسی میں سمائے ہیں
اُسے بھاری نہیں اُن کی نگہبانی
بڑائی اور بلندی
اس کا حصہ ہے"

❁......❁......❁

ربِ اظہار، عطا حرف کی دولت کر دے
تو مرے دامنِ ادراک میں وسعت کر دے

لفظ کی حرمت و تقدیس کے صدقے یا رب
تو مجھے صاحبِ تفہیم و فراست کر دے

تجھ کو قدرت ہے ہر اک شے پہ اگر تو چاہے
لوحِ محفوظ کی تبدیل عبارت کر دے

تو اسے دامنِ رحمت میں چھپا لیتا ہے
جو ترے سامنے اظہارِ ندامت کر دے

تو بصارت کو مری نورِ بصیرت سے اُجال
تو مجھے صاحبِ عرفانِ حقیقت کر دے

قلبِ خورشید میں تو سوزِ بلالؓ جیسا
جذبۂ مدحتِ سرکارؐ ودیعت کر دے

جہاں تلک بھی نظر جائے تُو دکھائی دے
ترا ہی جلوہ مجھے کُو بہ کُو دکھائی دے

ہر ایک سوچ تری جستجو میں سرگرداں
ہر ایک دل میں تری آرزو دکھائی دے

زبانِ حال سے گویا ہے حسنِ موجودات
یہ کائنات تری گفتگو دکھائی دے

کلی کلی میں ترے جلوہ ہائے بے پایاں
ہر ایک گل میں ترا رنگ و بُو دکھائی دے

نہیں ہے دشت و جبل پر ہی حکمرانی تری
تری خدائی لبِ آبجو دکھائی دے

ترے ہی حکم سے اے خالقِ زمان و مکاں
رگوں میں دوڑتا پھرتا لہو دکھائی دے

اسی کی ذات کا پرتو ہیں دو جہاں خورشید
اسی کی ذات مجھے چار سو دکھائی دے

اس نے صد شکر کہ اثبات میں رکھا ہوا ہے
مجھ کو مصروف مناجات میں رکھا ہوا ہے

وہی دیتا ہے اندھیروں میں اُجالوں کی نوید
جس نے خورشید کو ظلمات میں رکھا ہوا ہے

جس قدر ظرف ہے اتنا ہی دیا ہے اس کو
اس نے ہر شخص کو اوقات میں رکھا ہوا ہے

ظلمت و نور میں رکھا ہے تفاوت جس نے
اُس نے اک ربط بھی دن رات میں رکھا ہوا ہے

زندگی بھی تو امانت ہے اسی کی آخر
موت کو جس نے مری گھات میں رکھا ہوا ہے

وہی بے حوصلہ ہونے سے بچاتا ہے مجھے
جس نے انسان کو خطرات میں رکھا ہوا ہے

تہی داماں ہوں، تہی دست نہیں ہوں خورشید
اس نے اک وصف مرے ہات میں رکھا ہوا ہے

❁......❁......❁

یہ آفتاب و قمر تیری حمد کرتے ہیں
ستارگانِ سحر، تیری حمد کرتے ہیں

یہ سبزہ زار، یہ گلشن، یہ لہلہاتے کھیت
یہ سایہ دار شجر، تیری حمد کرتے ہیں

نہیں ہیں نطق و زبان و دہن ہی مدح سرا
خیال و فکر و نظر، تیری حمد کرتے ہیں

یہ دشت و بن، یہ سمندر، یہ سربکف کہسار
عقیق و لعل و گہر تیری حمد کرتے ہیں

اندھیری شب میں فروزاں، یہ کرمکِ شب تاب
پیمبرانِ سحر، تیری حمد کرتے ہیں

ملائکہ ہی نہیں تیری حمد میں مصروف
تمام جن و بشر، تیری حمد کرتے ہیں

یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ ہفت رنگ دھنک
فلک پہ شام و سحر، تیری حمد کرتے ہیں

گمرہی سے ترا عرفان بچاتا ہے مجھے
تیری ہی ذات کا ایقان بچاتا ہے مجھے

ڈگمگاتے ہوئے قدموں کا سہارا تو ہے
میں جو گرتا ہوں ترا دھیان بچاتا ہے مجھے

کیا بگاڑے گا یہ طوفانِ حوادث میرا
ہر قدم پر مرا رحمان بچاتا ہے مجھے

جب گناہوں کی طرف میرے قدم اٹھتے ہیں
تیرا احسان، بصد شان بچاتا ہے مجھے

دل کے مندر میں جو اصنام سجا رکھتا ہے
وہ بھی کہتا ہے کہ "بھگوان" بچاتا ہے مجھے

ڈال دیتا ہے مرے اشک مرے پلڑے میں
عدل سے صاحب میزان بچاتا ہے مجھے

کرب لمحوں سے وہی دیتا ہے خورشیدؔ نجات
کیسے کہہ دوں مرا وجدان بچاتا ہے مجھے

خالقِ کائنات ہے مرا رب
مالکِ شش جہات ہے مرا رب

مجھ کو پروا ہو کیوں زمانے کی
جب مرے سات سات ہے مرا رب

اس کی توصیف ہو بیاں کس سے
ماورائے صفات ہے مرا رب

لفظِ "کُن" سے کیے جہاں پیدا
انتسابِ حیات ہے مرا رب

مشکلوں سے نجات دیتا ہے
دافعِ بلیات ہے مرا رب

وہی "قیوم" بھی ہے "دائم" بھی
انتہائے ثبات ہے مرا رب

زندگی بندگی سے ، ہے خورشید
اپنے بندے کے ساتھ ہے مرا رب

اللہ اکبر

کسی کو خواب کسی کو خیال دیتا ہے
کسی کو ہجر، کسی کو وصال دیتا ہے

میں اُس سے قطرۂ شبنم کی بھیک مانگتا ہوں
وہ میری سمت سمندر اُچھال دیتا ہے

زمینِ حرف کو کرتا ہے آسماں بردوش
وہی خیال کو اوجِ کمال دیتا ہے

یہ سب اندھیرے اُجالے ہیں دستِ قدرت میں
وہ روز و شب کو نئے خدوخال دیتا ہے

اتارتا ہے فلک سے کبھی ''من وسلویٰ''
کبھی زمین سے رزقِ حلال دیتا ہے

وہی جو ماں کی دعاؤں کو رد نہیں کرتا
وہی جو سر سے بلاؤں کو ٹال دیتا ہے

جب آفتابِ تخیل گہن میں آجائے
وہ ذہن و دل کے دریچے اُجال دیتا ہے

اسی کے دستِ ہنر کا ہے آئینہ خورشید
جو آئینے کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے

مرے حال سے نہیں بے خبر، مرا کوزہ گر
کہ ہے شاہ رگ سے قریب تر، مرا کوزہ گر

کبھی بخش دے، مرے خدوخال کو تازگی
کبھی نوچ لے مرے بال و پر، مرا کوزہ گر

کہیں جانِ جاں، کہیں مہرباں، کہیں رازداں
کہیں نکتہ بیں، کہیں نکتہ ور، مرا کوزہ گر

مجھے ایسے لگتا ہے میرے جسم کی خاک کو
ابھی اور رکھے گا چاک پر، مرا کوزہ گر

مجھے راستوں کی صعوبتوں سے نہیں خطر
مرے ساتھ ہے، مرا ہمسفر، مرا کوزہ گر

مرا آئینہ کبھی سنگ و خشت میں ڈھال دے
کبھی توڑ دے، مجھے جوڑ کر، مرا کوزہ گر

وہی زخم دے، وہی زخم دل کی دوا کرے
مرا مہرباں، مرا چارہ گر، مرا کوزہ گر

اللہ اکبر

وہ آئینے کو کبھی ریزۂ خذف کر دے
کبھی گہر کو نوائے لب صدف کر دے

بلندیوں سے اگر پستیوں کی سمت گروں
ترا خیال مجھے آسماں بکف کر دے

خدائے حرف عطا کر مجھے سخن فہمی
کمالِ فکر و نظر تو مرا ہدف کر دے

مرے خیال کو تجسیم کر مرے مولا
بکھر گیا ہوں مجھے پھر سے صف بہ صف کر دے

اتر گیا ہے رگ و پے میں جو لہو بن کر
مجھے وہ کیسے کسی غیر کی طرف کر دے

جو عہدِ جبر کی بنیاد کا امیں ٹھہرے
اسے وہ صفحۂ تاریخ سے حذف کر دے

اُسی کا نام ہی خورشیدِ "اسمِ اعظم" ہے
اُسی کے نام کو اپنے لبوں سے لف کر دے

کب سے تشنہ ہوں لب جو، مُتَعَالُ الْعَالِی
خم ِ میخانہ ء یا ہو مُتَعَالُ الْعَالِی

ذرے ذرے میں نہاں دیدہ و دل سے دیکھوں
تری تخلیق کی خوشبو مُتَعَالُ الْعَالِی

ایک ہم ہی تو نہیں ڈھونڈنے نکلے تجھ کو
دشت میں پھرتے ہیں آہو مُتَعَالُ الْعَالِی

ایک ہی پل میں ترے عشق کا پیکاں جاناں
ہو گیا دل میں ترازو مُتَعَالُ الْعَالِی

تیرے ہی نام کی ہیبت سے ہیں لرزاں، ترساں
میری آنکھیں، مرے آنسو مُتَعَالُ الْعَالِی

جب تصور میں تجھے دیکھ رہا ہوتا ہوں
دل پہ رہتا نہیں قابو مُتَعَالُ الْعَالِی

"پی کہاں!" کہہ کے پکارے ہے پپیہا تجھ کو
لبِ قمری پہ ہے کُوکُو مُتَعَالُ الْعَالِی

جب اکائی ہے ترے عشق کا حرف آغاز
کیوں ہے تفریقِ "من و تو" مُتَعَالُ الْعَالِی

رُوئے خُورشیدِ سخن سر بہ گریباں یارب
سر بہ زانو، خمِ ابرو مُتَعَالُ الْعَالِی

کہا اس نے، کہاں ہوتا نہیں میں
عیاں ہوں، پر عیاں ہوتا نہیں میں

وہ ایسا کون سا لمحہ ہے جس میں
تمہارے درمیاں، ہوتا نہیں میں

سوائے قلبِ مومن کے، کہیں بھی
کسی کا میہماں ہوتا نہیں میں

خموشی بھی بیاں کرتی ہے مجھ کو
زباں سے ہی بیاں ہوتا نہیں میں

حقیقت میں نگاہِ دوربیں سے
کسی لمحے نہاں ہوتا نہیں میں

یہ میری مہربانی ہے کہ تم پر
کبھی نا مہرباں ہوتا نہیں میں

گماں کی سرحدوں سے ماورا ہوں
میانِ این و آں ہوتا نہیں میں

❁……❁……❁

اللہ اکبر

مرے کلام کو حسنِ بیان دے سائیں
میں بے زبان ہوں مجھ کو زبان دے سائیں

مرے سخن کو عروجِ سخن عطا کر دے
مری غزل کو نئی آن بان دے سائیں

قدم قدم ہے کڑی دھوپ کا سفر در پیش
برہنہ پا ہوں کوئی سائبان دے سائیں

ہر ایک حرف کو سورج مثال کر مولا
زمینِ فن کو نیا آسمان دے سائیں

مجھے دیا ہے اگر دردِ لادوا تو نے
کمالِ ضبط بھی شایانِ شان دے سائیں

فصیلِ درد میں محصور ہے دلِ خورشید
اسے بھی دولتِ امن و امان دے سائیں

نُورِ عرفانِ حقیقت بھی خدا کی دین ہے
حمد لکھنے کی سعادت بھی خدا کی دین ہے

ماسوا اللہ کی توفیق کے کس کی مجال
راہ حق میں استقامت بھی خدا کی دین ہے

رنج و آلام و مصائب بھی اسی کی ہیں عطا
لذتِ تسکین و راحت بھی خدا کی دین ہے

در حقیقت عزت و ذلت کا مالک ہے وہی
دین دنیا میں فضیلت بھی خدا کی دین ہے

دُور رکھتی ہے گناہوں سے وہی ذاتِ کریم
دولتِ رُشد و ہدایت بھی خدا کی دین ہے

کون کر سکتا ہے حقِ بندگی اُس کی ادا
جذبۂ شوقِ عبادت بھی خدا کی دین ہے

کیوں نہ پھر خورشیدؔ اس کی ذات کا ممنون ہو
نُدرتِ فہم و فراست بھی خدا کی دین ہے

مرا خالق، مرا مالک، مرا داتا تُو ہے
مرا والی، مرا مولا، مرا آقا تُو ہے

ٹھوکریں کھا کے زمانے کی یہ ایقان ہوا
بے سہاروں کا حقیقت میں سہارا تُو ہے

تیرے ہی ذکر سے ہر مُوئے بدن ہے سرشار
دل کی تسکین ہے تُو، آنکھ کا تارا تُو ہے

اب مرے دل میں کوئی اور تمنا کیا ہو
یہ مرے واسطے کافی ہے کہ میرا تُو ہے

میں بجز تیرے کسے دُکھڑے سناؤں جاکر
مرے مولا، مرے ہر غم کا مداوا تُو ہے

خود بُرا ہوں، میں زمانے کو بُرا کیسے کہوں
یہ زمانہ ہے ترا، اور زمانہ تُو ہے

ورنہ اس خاک کے ذرے کی حقیقت کیا ہے
ذرۂ خاک کو خورشید بناتا تُو ہے

❁······❁······❁

اے خداوندِ ازل جو ترا ممنون نہیں
کون کہتا ہے وہ انسان ہے مجنون نہیں

تیرا آئین ہے، دستورِ حیات دوراں
تیرے قانون سے بڑھ کر کوئی قانون نہیں

کیوں نہ ہر لب پہ تری حمد و ثنا ہو مولا
کون ہے، جو ترے احسان کا ممنون نہیں

جائے تو جائے کہاں تجھ سے بغاوت کر کے
تیرا باغی بھی علاوہ ترے مامون نہیں

تری چاہت کا ملا جس کو خزینہ یا رب
وہ تو موسیٰؑ کے قبیلے سے ہے قارون نہیں

تیرا فرمانِ معظم ہے، نبیؐ کی سنت
جو بھی قرآن سے ہٹ کر ہے وہ مسنون نہیں

کیا کرے اور بھلا خامۂ خورشیدؔ رقم
اک ترے ذکر سے بڑھ کر کوئی مضمون نہیں

جب مری رُوح مرے تن سے جُدا ہو، آمین
میرے ہونٹوں پہ فقط نامِ خدا ہو، آمین

وقتِ پیری بھی تری حمد و ثنا میں گزرے
جب تلک جان ہے، یہ فرض ادا ہو، آمین

حمد کہتا رہوں اور ''سیف زباں'' ہو جاؤں
حرفِ مقبول ہر اک حرفِ دُعا ہو، آمین

جب ''سوا نیزے پہ سورج'' ہو، خدائے محشر!
تیری رحمت کی مرے سر پہ ردا ہو، آمین

بعد از مرگ اندھیروں سے بچانا یا رب
قبر میں آپؐ کا دیدار عطا ہو، آمین

تیرا فرمان مری زیست کا حاصل ٹھہرے
حرزِ جاں مصحف قرآن سدا ہو، آمین

فکرِ خورشیدؔ میں تنویرِ حقیقت بھر دے
اس کے اشعار میں تاثیرِ غنا ہو، آمین

❀……❀……❀

ادائے حسنِ کمالات کا ہے کیا کہنا
خدائے ارض و سماوات کا ہے کیا کہنا

وہ مغفرت کے بہانے تلاش کرتا ہے
ہم عاصیوں پہ عنایات کا ہے کیا کہنا

تری صفاتِ علا "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ"
تری صفات، تری ذات کا ہے کیا کہنا

یہ مہر و ماہ درخشاں ترے سُبحان اللہ
ہر ایک دن کا، ہر اک رات کا ہے کیا کہنا

بدل دیا ترے قرآن نے نظامِ حیات
تری ہدایت و سوغات کا ہے کیا کہنا

رہِ سلوک میں جو ہو گئے فنا فی اللہ
ان اہلِ عشق کے جذبات کا ہے کیا کہنا

تمہارے ساتھ قلم بھی ہے مدح خواں خورشیدؔ
تمہاری حمد و مناجات کا ہے کیا کہنا

❁......❁......❁

اندھیری شب میں ستاروں کو جگمگاتا ہے
وہی تو ہے جو ہمیں راستہ دکھاتا ہے

غم و خوشی پہ فقط اختیار ہے اُس کا
کبھی کسی کو ہنساتا، کبھی رُلاتا ہے

کسی کے واسطے دولت بھی آزمائش ہے
کسی کو عسرت و غربت سے آزماتا ہے

اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے حیات و ممات
وہی چراغ جلاتا وہی بجھاتا ہے

اسی کے ذکر سے مٹتی ہے تشنگی میری
اسی کا ذکر مری تشنگی بڑھاتا ہے

جو اُس کے پاس چلا جائے پھر نہیں آتا
جو اُس کے پاس سے آتا ہے لوٹ جاتا ہے

جو اس سے دور ہوا وہ ذلیل و خوار ہوا
قریب اس کے جو ہوتا ہے، بار پاتا ہے

اسی کے ہاتھ میں خورشیدؔ کارِ دنیا ہے
بگاڑتا ہے وہی اور وہی بناتا ہے

❁……❁……❁

تُو ماورا ہے اوج و عروجِ کمال سے
ہے تیری ذاتِ پاک مُبرا مثال سے

ہر ذرہ کائنات کا مشغولِ حمد ہے
غافل نہیں ہے کوئی بھی تیرے خیال سے

چاہے کمال چھین لے، چاہے زوال دے
چاہے تو پل میں آشنا کر دے کمال سے

وہ دن جو تیری یاد سے غفلت میں ہو بسر
وہ دن نکال دے تُو مرے ماہ و سال سے

دل میں جگا کے اپنی محبت کی آرزو
آزاد کر دیا مجھے رنج و ملال سے

میں کیوں کسی کے سامنے پھیلاؤں اپنے ہاتھ
مجھ کو نوازتا ہے وہ رزقِ حلال سے

خورشیدؔ وہ ہے میری رگِ جاں سے بھی قریب
وہ کیسے بے خبر ہو بھلا میرے حال سے

❁……❁……❁

اللہ اکبر

ستارگاں کو جو افلاک پر بکھیرتا ہے
ہمارا رزق وہی خاک پر بکھیرتا ہے

جمال و نور سے گوندھے ہوئے ہزاروں نقوش
وہ کائنات کی پوشاک پر بکھیرتا ہے

خدائے حرف و سخن نو بہ نو خیالوں کو
ہمارے دامنِ ادراک پر بکھیرتا ہے

کمالِ فن ہے، مری خاک، صانعِ مُطلق
سمیٹتا ہے، کبھی چاک پر بکھیرتا ہے

کبھی وہ اشکِ ندامت کو جگنوؤں کی مثال
ہمارے دیدۂ نمناک پر بکھیرتا ہے

وہی خمیر اٹھاتا ہے خاک سے میرا
پھر اس کے بعد وہی خاک پر بکھیرتا ہے

اسی کے حکم پر خورشید ابرِ بارندہ
گلِ بہار کو خاشاک پر بکھیرتا ہے

❀ ❀ ❀

اے داورِ روزِ جزا   اے مالک ارض و سما
اے خالقِ ہر دوسرا   اے لائقِ حمد و ثنا
کوئی نہیں تیرے سوا
میرے خدا، میرے خدا

یہ دشت و بن، یہ بحر و بر   برگ و شجر، گلہائے تر
کوہ و دمن، لعل و گہر   یہ کہکشاں، شمس و قمر
تیری عطائے بے بہا
میرے خدا، میرے خدا

اے غمگسار و مہرباں — اے دستگیرِ بے کساں
تجھ کو پکاریں، قمریاں — بولے پپیہا، "پی کہاں"
بلبل کے لب پر ہے صدا
میرے خدا، میرے خدا

گیندا، چنبیلی، نسترن — لالہ و گل ، سرو چمن
دُرِ نجف، دُرِ یمن — غنچہ دہن، مشک ختن
ہر دم پکاریں، مرحبا
میرے خدا، میرے خدا

اے منبعِ جُود و سخا — اے والیِ فقر و غنا
اے مخزنِ حرف و صدا — اے معدنِ فہم و ذکا
مجھ پر بھی ہو چشم عطا
میرے خدا، میرے خدا

جب عالمِ شب بیداری ہو　　جب آنکھ سے گریہ وزاری ہو
جب نزع کا عالم طاری ہو　　جب چلنے کی تیاری ہو
تری حمد لبوں پر جاری ہو

جب ہر سو بادل چھا جائیں　　جب رم جھم بارش برسائیں
جب باغ میں کلیاں مسکائیں　　جب شاخوں پر چڑیاں گائیں
تری حمد لبوں پر جاری ہو

جب دھرتی سبزہ زار بنے جب گلشن لالہ زار بنے
جب موسم گل آثار بنے جب ہر آنگن گلزار بنے
تری حمد لبوں پر جاری ہو

جب خوابوں کو تعبیر ملے جب آہوں کو تاثیر ملے
جب ذہنوں کو تنویر ملے جب لفظوں کو توقیر ملے
تری حمد لبوں پر جاری ہو

جب دہقانوں کی آس بندھے جب غلے کا انبار لگے
جب ظلم و ستم کی رات کٹے جب ہر ذرہ مہتاب بنے
تری حمد لبوں پر جاری ہو

دل میں اُمید کی قندیل جلائی ہوئی ہے
تیری رحمت نے مری آس بندھائی ہوئی ہے

تیرے ہی ذکر سے آباد ہے دنیا میری
تیری ہی یاد مرے دل میں سمائی ہوئی ہے

للہ الحمد! تیرے فضل و کرم کے صدقے
رنج و آلام و مصائب سے رہائی ہوئی ہے

تو نے انساں کو نیابت سے نوازا مولا!
فخرِ انساں کی ترے در پہ رسائی ہوئی ہے

تیری رحمت کا یہ اعجاز نہیں تو کیا ہے
میری ہمراز تری ساری خدائی ہوئی ہے

کون ہو سکتا ہے اس خالقِ اکبر کے سوا
جس نے یہ بزم قرینے سے سجائی ہوئی ہے

میں کہاں اور کہاں، حمدِ خدائے برتر
یہ بھی قسمت سے میسر مجھے آئی ہوئی ہے

❁......❁......❁

کون ہے تجھ سے انحراف کرے
ہر نفس تیرا اعتراف کرے

تو ہی افضل ہے، تو ہی برتر ہے
ذرّہ ذرّہ یہ انکشاف کرے

قلبِ مومن ہے مثل آئینہ
جب کرے بات صاف صاف کرے

سر جھکے، اور غیر کے آگے؟
توبہ توبہ، خدا معاف کرے

خواہشِ دید ہے جسے رب کی
خانۂ دل میں اعتکاف کرے

دعویٰء بندگی اگر ہے اُسے
پہلے قلب و نظر کو صاف کرے

خواب میں ہی سہی، کبھی خورشید
کعبۃُ اللہ کا طواف کرے

❁ ❁ ❁

مرغانِ چمن ہیں نغمہ سرا، سُبحان اللہ
کرتے ہیں تری تحمید و ثنا، سبحان اللہ

مخمور ہوا، معمور ہوا، مسرور ہوا
جس دل نے کہا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

یہ ارض و سما، یہ لوح و قلم تخلیق تری
تو خالق اکبر ہے سب کا، سُبحان اللہ

بن مانگے تُو مخلوق کو روزی دیتا ہے
کیا خوب ہے تیری جود و سخا، سُبحان اللہ

ہر ذہنِ رسا کا محور تیری ہستی ہے
ہر فکر میں تُو ہے جلوہ نما، سُبحان اللہ

میں کیسے تیری یاد کو دل سے محو کروں
تُو ہی تو ہے میرا سرمایہ، سُبحان اللہ

جبار بھی تُو، قہار بھی تُو، غفار بھی تُو
ہر اسم ہے تیرا رَدِّ بلا، سُبحان اللہ

جس شخص نے مشکل وقت میں تجھ کو یاد کیا
اس شخص کا بیڑہ پار ہوا، سُبحان اللہ

اے قادرِ مطلق تیری شانِ کریمی سے
ہر ذرہ کوہِ طور ہوا، سُبحان اللہ

لگتا ہے اسے بھی ناز ہے تیری رحمت پر
اٹھلائی ہوئی پھرتی ہے صبا، سُبحان اللہ

خورشیدؔ مجھے انسان کا اس نے روپ دیا
ہو کیوں نہ زباں پر شکر خدا، سُبحان اللہ

❁……❁……❁

اللہ اکبر

تجھ سے بڑھ کر ہے کون عالی شان
تُو ہی دونوں جہاں کا ہے سلطان
ہر دو عالم پہ ہے ترا احسان
اے غفور الرحیم اے رحمان

سب کا رازق ہے سب کا داتا ہے
سب کا خالق ہے سب کا مولا ہے
سب کا والی ہے، سب کا آقا ہے
اے غفور الرحیم اے رحمان

ہمدم و غمگسار ہے سب کا
تُو ہی صبرو قرار ہے سب کا
تُو ہی پروردگار ہے سب کا
اے غفور الرحیم اے رحمان

تُو ہی تو حرفِ پیش و پس میں ہے
تُو ہر اک دل میں ہر نفس میں ہے
''کن فکاں'' تیری دسترس میں ہے
اے غفور الرحیم اے رحمان

تیری عظمت کا کیا ٹھکانہ ہے
تیری رحمت کا کیا ٹھکانہ ہے
تیری رفعت کا کیا ٹھکانہ ہے
اے غفور الرحیم اے رحمان

تُو جسے چاہے اُس کو عزت دے
دینے والے مجھے محبت دے
تُو جسے چاہے اس کو ذلت دے
اے غفور الرحیم اے رحمان

خامہ فرسائیاں تری ہر سُو
جلوہ آرائیاں تری ہر سُو
کار فرمائیاں تری ہر سُو
اے غفور الرحیم اے رحمان

صاحبِ اقتدار تیری ذات
باعثِ افتخار تیری ذات
لائقِ اعتبار تیری ذات
اے غفور الرحیم اے رحمان

تُو ہے خلاق، تُو مصور ہے
تُو ہی باطن ہے، تُو ہی ظاہر ہے
تُو ہی اول ہے، تُو ہی آخر ہے
اے غفور الرحیم اے رحمان

ہفت افلاک بھی تری املاک
فہم و ادراک بھی تری املاک
خس و خاشاک بھی تری املاک
اے غفور الرحیم، اے رحمان

تُو سمیع و بصیر ہے یا رب
تُو عظیم و کبیر ہے یا رب
تُو علیم و خبیر ہے یا رب
اے غفور الرحیم اے رحمان

اے قیام و سجود کے مالک — اے حدود و قیود کے مالک
عالمِ ہست و بود کے مالک — اے غفور الرحیم اے رحمان

تیرا محبوب ہے نبیؐ تیرا — ہے علی مرتضیٰؓ، ولی تیرا
ربط ہے جن سے دائمی تیرا — اے غفور الرحیم اے رحمان

شاد و آباد کر مرے مولا — غم سے آزاد کر مرے مولا
رحم، ارشاد کر مرے مولا — اے غفور الرحیم اے رحمان

حشر کے روز اپنی رحمت سے — اپنے محبوب کی شفاعت سے
بہرہ ور کر ہمیں سعادت سے — اے غفور الرحیم اے رحمان

مجھ کو سیراب کر عطاؤں سے — مجھ کو محفوظ کر بلاؤں سے
درگزر کر مری خطاؤں سے — اے غفور الرحیم اے رحمان

علم کی روشنی عطا کر دے — فکر کی تازگی عطا کر دے
دولت آگہی عطا کر دے — اے غفور الرحیم اے رحمان

جذب و احساس کو صدا بخشی — تُو نے الفاظ کو نوا بخشی
تُو نے خورشید کو ضیا بخشی — اے غفور الرحیم اے رحمان

خیال و فکر و نظر سے ہے ماورا تری ذات
جگہ جگہ ترے جلوے ہیں جا بہ جا تری ذات

بشر پہ کیسے کھلے تیری ذات سر بستہ
کہ ابتداء ہے تری ذات، انتہاء تری ذات

مالکِ حرف! فکر و نظر بخش دے
بے ہُنر ہوں مجھے تُو ہُنر بخش دے

اے خدا اپنی حمد و ثنا کے لیے
مجھ کو لفظوں کے لعل و گُہر بخش دے

تیرے ہاں آنسوؤں کی بڑی قدر ہے
میرے مولا مجھے چشمِ تر بخش دے

بخش دے مجھ کو ایقانِ "لاتقنطوا"
میرے دل کے شجر کو ثمر بخش دے

میں گنہ گار ہوں، میں خطار کار ہوں
تیرا احسان ہے، تُو اگر بخش دے

اک نیا عزم میری اُڑانوں کو دے
میں ہوں بے بال و پر، مجھ کو پر بخش دے

کب سے ہم ظلمتِ شب میں محصور ہیں
اے خدا ہم کو نورِ سحر بخش دے

در بدر پھر رہے ہیں بھٹکتے ہوئے
ہم ہیں بے خانماں، ہم کو گھر بخش دے

بابِ رحمت ترا کھٹکھٹاتا رہے
حرفِ خورشیدؔ کو وہ ہُنر بخش دے

دریاؤں کو جب چاہے وہ صحرا میں بدل دے
صحراؤں کو جب چاہے وہ دریا میں بدل دے

وہ قادرِ مطلق ہے، نہیں اُس کو یہ مشکل
دنیا کو مری جنتِ عظمیٰ میں بدل دے

کیسے کوئی تاثیرِ شفا چھین لے اس سے
جس ہاتھ کو وہ دستِ مسیحا میں بدل دے

پردہ ہے بصارت پہ مری کم نگہی کا
آنکھوں کو مری دیدۂ بینا میں بدل دے

شاہوں سے کبھی چھین لے دستارِ فضیلت
ادنیٰ کو کبھی منصبِ اعلیٰ میں بدل دے

ہم کفر و صداقت کے دوراہے پہ کھڑے ہیں
اس عہد کو پھر عہدِ گزشتہ میں بدل دے

ہاتھوں میں اُسی کے ہیں، زمانے کی طنابیں
وہ حال کو ماضی، کبھی فردا میں بدل دے

خورشید رُتوں پر بھی تصرف ہے اسی کا
صرصر کو اگر چاہے وہ پُروا میں بدل دے

❁......❁......❁

اللہ اکبر

خیال و خواب کے لشکر اُتارتا ہے وہی
ہماری آنکھ میں منظر اُتارتا ہے وہی

خدا کی حمد و ثنا کب کسی کے بس میں ہے
یہ ذوق ذہن کے اندر اُتارتا ہے وہی

کمالِ دستِ ہنر سے ہزاروں نقشِ جمیل
جبینِ خاک کے اوپر اُتارتا ہے وہی

عنانِ رُشد و ہدایت اُسی کے ہاتھ میں ہے
ہمارے واسطے رہبر اُتارتا ہے وہی

خود اپنے گھر کی حفاظت میں "فیل" والوں پر
فرازِ چرخ سے پتھر اُتارتا ہے وہی

خزینہ ہائے سخن سے حروفِ گوہر بار
درُونِ قلبِ سخنور اُتارتا ہے وہی

دل و نگاہ کی خورشید خانقاہوں میں
عقیدتوں کے کبوتر اُتارتا ہے وہی

❁......❁......❁

تُو داتا ہے، ان داتا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے
تُو ارفع ہے، تُو اعلیٰ ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

یہ ارض و سما، یہ کون و مکاں، سب تیرے ہیں، سب تیرے ہیں
تُو آقا ہے، تُو مولا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

یہ ظاہر و باطن کی دنیا، کب تجھ سے مخفی ہے مولا!
تُو سب کو دیکھنے والا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

سورج کو دے کر تابانی، جب چاہے اس کو گہنا دے
تیرا ہر کام نرالا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

یہ دریا، صحرا، دشت و جبل، یہ شمس و قمر، یہ لعل و گہر
تیرا انمول خزانہ ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

ہر ذہن نے تجھ کو سوچا ہے، ہر فکر نے تجھ کو پرکھا ہے
ہر آنکھ نے تجھ کو دیکھا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

مرے مولا تیری مرضی ہے، تُو سفید کرے یا سیاہ کرے
تُو قادر ہے، تُو یکتا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

تُو اندر بھی، تُو باہر بھی، تُو غائب بھی، تُو حاضر بھی
ہر شے میں تیرا جلوہ ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

ہم تجھ سے دُور رہیں کیسے، تُو ہم سے دُور رہے کیسے
سب تیرے ہیں، تُو سب کا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

لاریب زمانے میں تیرا ثانی ہے نہ ہمسر ہے کوئی
تُو واحد ہے، بے ہمتا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

خورشیدؔ تری تحمید و ثنا، کس منہ سے کرے، عاجز ہے بیاں
وہ بندہ ہے، تُو آقا ہے، تُو خالق ہے، تُو مالک ہے

اللہ اکبر

ذاتِ باری ماورا ہے عزت و تکریم سے
سرنگوں ہر شے ہے اس کے سامنے تعظیم سے

ساری مخلوقات میں بخشا مقامِ امتیاز
اس نے انساں کو پکارا "اَحسنِ تقویم" سے

بارگاہِ ایزدی میں اشک ہائے انفعال
درحقیقت ہیں فزوں تر کوثر و تسنیم سے

پیکرِ خاکی کو بخشا، علم "اسماءُ الرِجال"
بہرہ ور اس نے کیا انسان کو تعلیم سے

خواہشِ مال و زرِ دنیا سے مجھ کو کیا غرض
افضل و برتر ہے اس کا ذکر ہفت اقلیم سے

اس نے سر افراز کر ڈالا، سرِ عجز و نیاز
اس قدر راضی ہوا وہ صاحبِ تسلیم سے

یہ کلامِ پاک کا خورشیدؔ اک اعجاز ہے
ہے مُبرّا مصحفِ قرآن ہر ترمیم سے

❀……❀……❀

تُو مالکِ حیات ہے، اے ربِ کائنات
تُو حسنِ کائنات ہے، اے ربِ کائنات

دنیائے ہست و بود میں ہر شے کو ہے فنا
تجھ ہی کو بس ثبات ہے، اے ربِ کائنات

ہو شانِ کبریائی تری کس طرح بیاں
تیری عظیم ذات ہے، اے ربِ کائنات

تُو خالقِ عظیم ہے، اس کی بڑی دلیل
تخلیقِ شش جہات ہے، اے ربِ کائنات

خوش بختیوں کا اس کی ٹھکانہ ہو کیا بھلا
جس پر بھی تیرا ہات ہے، اے ربِ کائنات

ہم کو غمِ مصائبِ دنیا سے کیا خطر
جب تُو ہمارے ساتھ ہے، اے ربِ کائنات

نطق و زبان پر تری حمد و ثنا کے بعد
تیرے نبیؐ کی نعت ہے، اے ربِ کائنات

❁……❁……❁

کون ہے موت سے خورشید بچانے والا
کون ہے آگ کو گلزار بنانے والا

جز ترے کوئی نہیں، کوئی نہیں ہو سکتا
گلشنِ زیست کو پھولوں سے سجانے والا

غم بھی دیتا ہے وہی اور علاجِ غم بھی
پل میں روتوں کو ہنساتا ہے، رُلانے والا

میرے احوال سے بے بہرہ نہیں ہو سکتا
میری قسمت کی لکیروں کو بنانے والا

سرنگوں کیوں ہو بھلا اور کسی کے آگے
تیری دہلیز پہ سر اپنا جھکانے والا

درگزر میری خطاؤں سے کیا ہے تو نے
کون ہے تیرے سوا عیب چھپانے والا

منتظر رحمتِ باری ہے برابر خورشید
ہے کوئی اُس کی طرف ہاتھ بڑھانے والا

❁......❁......❁

تیرگی بخش دے، روشنی بخش دے
جس کو چاہے اسے سرخوشی بخش دے

اس کی بخشش کا کوئی ٹھکانہ نہیں
زندگی چھین لے، زندگی بخش دے

مجھ کو ادراک کب ہے تری ذات کا
میرے مالک مجھے آگہی بخش دے

میرے پاؤں میں لغزش نہ آئے کبھی
مجھ کو ایمان کی پختگی بخش دے

جو ترے نام پر جاں تصدق کرے
تو اسے جاوداں زندگی بخش دے

لے نہ ڈوبے مجھے میری فرزانگی
اپنی چاہت کی دیوانگی بخش دے

تو سمندر سا کر ظرف مجھ کو عطا
مجھ کو دریا سی دریا دلی بخش دے

تیرا بندہ ہوں بے شک گنہ گار ہوں
مجھ کو یارب طفیلِ نبیؐ بخش دے

آتشِ خورؔ سے جلنے لگا ہے بدن
اپنی رحمت کی چھاؤں گھنی بخش دے

ندرتوں کا خزانہ مجھے کر عطا
مجھ کو افکار کی تازگی بخش دے

❁……❁……❁

خورشید کا مخفف

گلستاں، گلستاں، کوہساروں میں تُو
لالہ زاروں میں تُو، آبشاروں میں تُو

سینۂ سنگ میں، صوت و آہنگ میں
دُرِّ نایاب میں، ماہ پاروں میں تُو

قلبِ ناشاد میں، چشمِ نمناک میں
ہفت افلاک میں، چاند تاروں میں تُو

بے کراں بحر میں، دشتِ بے آب میں
باد و باراں میں تُو، رہگزاروں میں تُو

ہر طرف ہیں تری جلوہ سامانیاں
مرغزاروں میں تُو، خار زاروں میں تُو

بے سہاروں کا تُو ہی سہارا تُو ہے
سرخوشی کا نشاں، غم کے ماروں میں تُو

موسموں پر بھی ہے حکمرانی تری
عہدِ فصلِ خزاں میں، بہاروں میں تُو

میرے سود و زیاں سے نہیں تُو الگ
میری ہر منفعت میں، خساروں میں تُو

تُو ہی محور ہے خورشیدؔ کی فکر کا
اس کے فن کے کنایوں، اشاروں میں تُو

❁......❁......❁

اللہ اکبر

شدتِ کرب سے نجات ملے
اے خدا راحتِ حیات ملے

مال و زر کی طلب نہیں یا رب
مجھ کو لفظوں کی کائنات ملے

جو تری نعمتوں سے ہیں معمور
ایسے لوگوں کا مجھ کو سات ملے

سر بہ سجدہ رہوں ترے آگے
جب تلک مہلتِ حیات ملے

مجھ کو ثابت قدم رکھا تو نے
جس قدر مجھ کو حادثات ملے

میں رضا پر تری رہوں راضی
جیت مجھ کو ملے کہ مات ملے

اور کچھ بھی نہیں مجھے درکار
بس تری چشمِ التفات ملے

از طفیل محمدؐ عربی
پائے خورشید کو ثبات ملے

وہ صرف میرا نہیں کردگار سب کا ہے
اُسی کی ذات پر دار و مدار سب کا ہے

بجز خدا کے نہیں درد آشنا کوئی
بھرے جہاں میں وہی غمگسار سب کا ہے

اسی نے ہم کو نکالا ہے بے یقینی سے
وہی یقین، وہی اعتبار سب کا ہے

ہمیں کبھی نہ کبھی اُس کے پاس جانا ہے
دمِ حیات یہی انتظار سب کا ہے

گدائے شہر ہو یا شہریار ہو کوئی
سب اس کے بندے ہیں وہ تاجدار سب کا ہے

مرے سمیت تری کائنات میں یا رب
سبھی ترے ہیں تو پروردگار سب کا ہے

اُسی کے نام کو خورشیدؔ حرزِ جاں رکھنا
اُسی کے نام سے صبر و قرار سب کا ہے

❁……❁……❁

جہانِ شوق میں عزّ و وقار دیتا ہے
وہی تو ہے جو مجھے اعتبار دیتا ہے

میں بار بار لبِ آرزو ہلاتا ہوں
وہ کردگار، مجھے بار بار دیتا ہے

خزاں رُتوں کو چمن میں اُتارنے والا
نویدِ آمدِ فصلِ بہار دیتا ہے

نوازتا ہے زر و مال سے کسی کو کبھی
کبھی کسی کو غمِ روزگار دیتا ہے

کسی کو عسرت و عشرت میں آزماتا ہے
کسی کو دولتِ صبر و قرار دیتا ہے

کسی کو ''ساغرِ جم'' اور کسی کو ''جامِ سفال''
وہ جس کا چاہے مقدر سنوار دیتا ہے

کسی کو مار کے دیتا ہے' زندگی کی نوید
کسی کو موت سے پہلے ہی مار دیتا ہے

❁ ❁ ❁

اللہ اکبر

خدائے حرف شعورِ ہُنر دیا تُو نے
مری نظر کو کمالِ نظر دیا تُو نے

مرے خیال کو رعنائی جہاں بخشی
مری غزل کو تغزل سے بھر دیا تُو نے

عطا کیا مجھے لفظوں سے کھیلنے کا ہُنر
جہانِ فن میں مقامِ ظفر دیا تُو نے

ضیائے علم سے کافور ظلمتیں کر دیں
قلم کو حُسنِ فسونِ سحر دیا تُو نے

ہر ایک لفظ کو تاثیرِ خوش کلامی دی
زباں میں قند و لبن کا اثر دیا تُو نے

میں اس سلوک کے قابل کہاں تھا ربِ قدیر
مری بساط سے بڑھ کر مگر دیا تُو نے

یہ تیری چشمِ عنایت کا اک کرشمہ ہے
کہ ایک ذرّے کو خورشید کر دیا تُو نے

تو خالقِ عظیم ہے، اے ربِّ ذُوالجلال
رحمٰن ہے، رحیم ہے، اے ربِّ ذُوالجلال

ہمسر ہو کون حکمت و دانائی میں ترا
تو ہی بڑا حکیم ہے، اے ربِّ ذُوالجلال

کوئی ترا ذبیحؑ ہے، کوئی ترا خلیلؑ
کوئی ترا کلیمؑ ہے، اے ربِّ ذُوالجلال

کب سے ہے تیری ذات کسی کو نہیں خبر
تو آخر و قدیم ہے، اے ربِّ ذُوالجلال

کرتا ہے خود ہی مہلت توبہ کا اہتمام
تو کس قدر رحیم ہے، اے ربِّ ذُوالجلال

جو نقدِ جان تجھ پہ لٹاتا ہے بے گماں
وہ ہی ترا ندیم ہے، اے ربِّ ذُوالجلال

خورشیدؔ پر بھی اپنے کرم کی نگاہ کر
بے شک تو ہی کریم ہے، اے ربِّ ذُوالجلال

❁......❁......❁

تُو سکونِ دل تُو قرارِ جاں، تری شان جل جلالہٗ
مرے راز داں، مرے مہرباں، تیری شان جل جلالہٗ

جسے تختِ شاہی عطا کرے، جسے چاہے فقر و گدائی دے
ترا اختیار ہے بے کراں، تری شان جل جلالہٗ

تُو عیاں بھی ہے تُو نہاں بھی ہے تُو یہاں بھی ہے تُو وہاں بھی ہے
تری شان عالی ہے بے گماں، تری شان جل جلالہٗ

ترا عشق ہے مری بندگی، ترا عشق ہے مری زندگی
ترا عشق ہے مرا نقدِ جاں، تری شان جل جلالہٗ

یہ نظامِ عالمِ بے کراں، ترے حکم سے ہے رواں دواں
ترا اقتدار ہے جاوداں، تری شان جل جلالہٗ

تری عظمتوں کی دلیل ہے، تری قدرتوں کا کمال ہے
ترا ہر اشارہَ ''کن فکاں''، تری شان جل جلالہٗ

تُو نصیر بھی، تُو بصیر بھی، تُو خبیر بھی، تُو قدیر بھی
تُو ہی نکتہ بیں، تُو ہی نکہ داں، تری شان جل جلالہٗ

نہ زباں مری، نہ قلم مرا، نہ سخن مرا، نہ ہُنر مرا
کروں حمد کیسے تری بیاں، تری شان جل جلالہٗ

اللہ اکبر

مجھ کم نظر کو حُسنِ نظر سے نواز دے
میں بے ہُنر ہوں مجھ کو ہُنر سے نواز دے

تاریکیوں نے چھین لیں میری بصارتیں
میری شبوں کو نورِ سحر سے نواز دے

چاہے تو تشنہ کام صدف کو رکھے مدام
چاہے تو ایک پل میں گُہر سے نواز دے

مجھ پر بھی اپنا بابِ نوازش کُشاد کر
یا رب مری دُعا کو اثر سے نواز دے

بارِ الٰہ! تجھ کو ترے گھر کا واسطہ
مجھ خانماں خراب کو گھر سے نواز دے

کہتے ہیں تجھ کو اشکِ ندامت پسند ہیں
یا رب مجھے بھی دیدۂ تر سے نواز دے

خورشیدؔ تیری چشمِ کرم کا ہے منتظر
اس نخلِ بے ثمر کو ثمر سے نواز دے

آلامِ روزگار نے رنجور کر دیا
تیرے خیال نے مجھے مسرور کر دیا

مجھ بے بصر کو نورِ بصیرت کیا عطا
پھر دل کو اپنے عشق سے معمور کر دیا

حمد و ثنا کے باب میں وہ خوش نصیب ہوں
اس کارِ خیر پر جسے مامور کر دیا

حرف و قلم بھی بے خود و سرشار ہو گئے
ذکرِ خدا نے اس طرح مخمور کر دیا

ہم نے خدائے پاک کی رسی کو چھوڑ کر
خود کو فصیلِ ذات میں محصور کر دیا

پھر راہِ مستقیم سے کر آشنا ہمیں
رستوں کے پیچ و خم نے بدن چُور کر دیا

"لاتقنطوا" سے دل کا شبستاں اُجال کر
خورشید ہر خطر سے مجھ دور کر دیا

❁……❁……❁

خامشی کو سخن آثار بناتا ہے وہی
کشتِ ویران کو گلزار بناتا ہے وہی

چھین لیتا ہے کبھی سر سے کُلاہِ زرتار
اور کبھی صاحبِ دستار بناتا ہے وہی

مشکلوں میں وہی آسانیاں کرتا ہے عطا
راہِ آسان کو دشوار بناتا ہے وہی

عسرت و غربت و افلاس دیئے ہیں جس نے
بے زر و مال کو، زردار بناتا ہے وہی

سحر و شام کی گردش پہ نظر ہے اس کی
شب کو دن، دن کو شبِ تار بناتا ہے وہی

کور چشموں کو کبھی نورِ بصیرت دے کر
حاملِ دیدۂ بیدار بناتا ہے وہی

بخش کر زیست کا انمول خزانہ خورشیدؔ
خود اسے باعثِ آزار بناتا ہے وہی

میرا مولا مجھے کمتر نہیں ہونے دے گا
مجھ کو انسان سے پتھر نہیں ہونے دے گا

حسبِ توفیق ہدایت سے نوازے گا مجھے
گمرہی کا مجھے خوگر نہیں ہونے دے گا

رنج و آلام سے اک روز نکالے گا مجھے
غم کے دریا کو سمندر نہیں ہونے دے گا

حجرۂ گور بنائے گا ہمارا مسکن
بعد از مرگ بھی بے گھر نہیں ہونے دے گا

میری پروازِ تخیل کو کرے گا دو چند
وہ مرے حرف کو بے پر نہیں ہونے دے گا

نزع کے وقت مرا مولا نظر سے اوجھل
آپؐ کا روضۂ اخضر نہیں ہونے دے گا

اس کی رحمت سے میں خورشیدؔ نہیں ہوں مایوس
مجھ کو رسوا سرِ محشر نہیں ہونے دے گا

❁……❁……❁

اے خدائے لم یزل اے کردگار رحمتیں تیری ہیں ناپیدا کنار
ہر دو عالم پر ہے تیرا اختیار تاجداروں کا ہے تو ہی تاجدار
"پادشاہا جرمِ مارا در گزار
ما گنہ گاریم تو آمرزگار"
اے خدا، اے والیٔ دیر و حرم اے خدا، اے مالکِ لوح و قلم
صدقۂ آلؑ نبیؐ محترم ہم گنہ گاروں پہ ہو چشمِ کرم
"پادشاہا جرمِ مارا در گزار
ما گنہ گاریم تو آمرزگار"

کس کو ہم بپتا سنائیں اے رحیم　　راز داں کس کو بنائیں اے رحیم
زخمِ دل کس کو دکھائیں اے رحیم　　بار آور کر دعائیں اے رحیم

"پادشاہا جرمِ مارا در گزار
ما گنہ گاریم تو آمرزگار"

اول و آخر ہے تو ربِّ رحیم　　ذاتِ عالی ہے تری ذاتِ قدیم
سب سے افضل ہے تری شانِ کریم　　تو دکھا دے ہم کو راہِ مستقیم

"پادشاہا جرمِ مارا در گزار
ما گنہ گاریم تو آمرزگار"

از طفیلِ تاجدارِ انبیاءؑ　　تجھ کو تیری رحمتوں کا واسطہ
رحم کر ماں باپ پر میرے خدا　　جنتِ الفردوس کر ان کو عطا

"پادشاہا جرمِ مارا در گزار
ما گنہ گاریم تو آمرزگار"

❁……❁……❁

چشمِ بینا ہے تو خورشید و مہ و اختر میں دیکھ
جلوہ ساماں ہے اسی کی ذاتِ ہر پیکر میں دیکھ

کس نے بخشی ہیں زمین و آسماں کو وسعتیں
کس نے دی ہے طاقتِ پرواز بال و پر میں دیکھ

کتنی لامحدود ہیں اس کی کرشمہ سازیاں
غوطہ زن ہو کر کبھی تو وقت کے ساگر میں دیکھ

کس طرح مخلوق کو کرتا ہے وہ روزی عطا
اس کی رزاقی اگر ہو دیکھنا! پتھر میں دیکھ

آ رہی ہے ہر بُنِ مُو سے صدائے لا اللہ
بس گیا ہے کون تیرے گھر کے بام و در میں دیکھ

وقت ہے اب بھی تو اپنے آپ کو پہچان لے
پھر کہیں تجھ کو نہ پچھتانا پڑے محشر میں دیکھ

ضوفشاں، خورشید اس کے حسن کی پرچھائیاں
دل کی آنکھوں سے تو صبح و شام کے منظر میں دیکھ

یہاں کون و مکاں والے تری تسبیح کرتے ہیں
وہاں پر آسماں والے تری تسبیح کرتے ہیں

ترے ہی ذکر سے آباد ہیں دونوں جہاں یارب
یہاں والے، وہاں والے، تری تسبیح کرتے ہیں

تری تسبیح میں مشغول ہیں تیر و کماں خود بھی
نہیں تیر و کماں والے تری تسبیح کرتے ہیں

زمیں کا ذرہ ذرہ کیوں نہ ہو تحمید کا خوگر
فلک پر کہکشاں والے تری تسبیح کرتے ہیں

دریچۂ ہائے دل اک ایک کر کے کھلتے جاتے ہیں
زباں سے جب زباں والے تری تسبیح کرتے ہیں

ہواؤں پر بھروسہ ہے نہ اپنے ناخداؤں پر
شکستہ بادباں والے تری تسبیح کرتے ہیں

مہ و خورشید و انجم، بحر و بر، دشت و جبل سارے
زمین و آسماں والے تری تسبیح کرتے ہیں

❁……❁……❁

دونوں عالم پر ترا احسان ہے ربِّ جلیل
قادرِ مطلق ہے تُو، رحمان ہے ربِّ جلیل

تجھ سے کمتر ہیں سبھی، کوئی نہیں تیری مثال
تیری ذاتِ پاک، عالی شان ہے ربِّ جلیل

کس لیے پھر احتیاجِ چارہ سازاں ہو ہمیں
تُو ہمارے درد کا درمان ہے ربِّ جلیل

تیری چاہت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس
آخرت کا بس یہی سامان ہے ربِّ جلیل

تجھ سے جو راضی ہوئے، تو ان سے راضی ہو گیا
اس کا شاہد، خود ترا قرآن ہے ربِّ جلیل

مالکِ روز جزا ہے، داورِ محشر ہے تو
روزِ محشر پر مرا ایمان ہے ربِّ جلیل

تیری رحمت ہو اگر خورشید کا زادِ سفر
منزلِ دشوار بھی آسان ہے ربِّ جلیل

❁……❁……❁

تیرے فیضانِ نظر کی ہے طلب مولا مجھے
مجھ کو ڈر ہے لے نہ ڈوبے نفسِ امارہ مجھے

تیری رحمت کے سوا ممکن نہیں اس سے مفر
اپنی جانب کھینچتی ہے بے طرح دنیا مجھے

دربدر بھٹکوں گا کب تک، تیری جانب ایک دن
لے ہی جائے گا مرے جذبات کا دھارا مجھے

مجھ سا بے مایہ تری توصیف کے قابل کہاں
کر دیا تیری عنایت نے سخن آرا مجھے

میں ضعیف و ناتواں ہوں میرے مولا رحم کر
امتحانوں سے گزرنے کا نہیں یارا مجھے

بس ترا ہی ورد کرتا ہوں میں سوتے جاگتے
ہے ترا نامِ مقدس جان سے پیارا مجھے

زندگی اور موت کا خورشید مالک ہے وہی
مار کر زندہ کرے گا پھر وہ دوبارا مجھے

❁......❁......❁

ہے مکاں بھی ترا، لامکاں بھی ترا
یہ جہاں بھی ترا، وہ جہاں بھی ترا

پست و بالا پہ ہے حکمرانی تری
یہ زمیں بھی تری، آسماں بھی ترا

دشت و صحرا ترے، کوہ و دریا ترے
خار و خس بھی ترے، گلستاں بھی ترا

تیری رحمت کی ہیں بدلیاں چار سُو
دھوپ موسم میں ہے، سائباں بھی ترا

آبجُو بھی تری، خشک و تر بھی ترے
آبشاروں کا سیلِ رواں بھی ترا

تیری ہیبت سے لرزاں ہیں کوہ و دمن
معترف ہے یہ آتش فشاں بھی ترا

سب کا محور ہے تُو، سب کا رہبر ہے تُو
راستے بھی ترے، کارواں بھی ترا

کہکشائیں تری، ماہ و انجم ترے
آسماں پر یہ مہرِ تپاں بھی ترا

آنکھ ہے گریہ کناں، دل ہے پشیماں مددے
در پہ آیا ہوں ترے، سر بہ گریباں مددے

تیرے انوار بھلا کیسے سمائیں مجھ میں
تُو کہاں اور کہاں تنگیٔ داماں مددے

مجھ کو دیوانگیٔ شوق نہ رسوا کر دے
میں کہ ہوں چاکِ جگر، چاک گریباں مددے

غیر کا نقش مرے دل سے مٹا دے یارب
تجھ سے آباد ہو یہ خانۂ ویراں مددے

کب سے آلام و مصائب میں گھرا ہوں مولا
اب تو مل جائے مرے درد کا درماں مددے

ساری مخلوق ہے محتاجِ عنایت تیری
خالقِ لوح و قلم، خالقِ انساں مددے

حالتِ وجد میں ہر آن پکاریں تجھ کو
بحر و بر، ارض و سما، دشت و بیاباں مددے

جز ترے اور کہاں دستِ طلب پھیلاؤں
مرے مالک، مرے داتا، مرے یزداں مددے

خوگرِ حمد و ثنا جن و ملائک ہی نہیں
تیرا خورشید بھی ہے تیرا ثنا خواں مددے

اللہ اکبر

نغمۂ حمد لب پہ جاری ہے
کیف سا ذہن و دل پہ طاری ہے

دن گزارا ہے ذکر میں تیرے
شب تری یاد میں گزاری ہے

میں گناہوں پہ اپنے نادم ہوں
میرے ہونٹوں پہ آہ و زاری ہے

آنکھ گریاں ہے، لب ہیں لرزیدہ
بے قراری سی بے قراری ہے

دنیا و آخرت سنور جائے
بس یہی آرزو ہماری ہے

تیری آیات اس پہ کھلتی ہیں
مصحفِ وقت کا جو قاری ہے

تو نے اس کائنات کی ہر چیز
حسنِ تخلیق سے سنواری ہے

حرف کی بھیک کر عطا یارب
تیرا شاعر ترا بھکاری ہے

جو دل و جاں سے ہو گئے اس کے
اُن سے خورشیدؔ اس کی یاری ہے

❁.....❁.....❁

تیری جانب سے جو ہو جائے اشارہ مجھ کو
ڈوبتے ڈوبتے مل جائے کنارہ مجھ کو

حسنِ تخلیق سے پہلے تو سنوارا مجھ کو
وادیٔ فکر میں پھر اس نے اتارا مجھ کو

یہ بھی اس قادرِ مطلق کا کرم ہے مجھ پر
حمد لکھنے کا جو بخشا ہے قرینہ مجھ کو

مجھ پہ خالق کا یہ احسان نہیں تو کیا ہے
اس نے صد شکر کہ انسان بنایا مجھ کو

میں کسی اور سہارے کا نہیں ہوں محتاج
اک تری ذات کا کافی ہے سہارا مجھ کو

کون ہے تیرے سوا حامی و ناصر میرا
غیر کے آگے جھکوں کب ہے گوارا مجھ کو

کرمِ خاص ہے اس ربِّ عُلا کا مجھ پر
کر دیا وقفِ ثنائے شہِ بطحیٰ مجھ کو

جب سے اس دل میں سمایا ہے خدا کا جلوہ
اب کوئی اور نظر میں نہیں جچتا مجھ کو

مجھ کو رُسوا سرِ محشر نہیں ہونے دے گا
ہے تری شانِ کریمی پہ بھروسہ مجھ کو

اب کسی اور جریدے کی نہیں ہے حاجت
تیرا قرآن ہی کافی ہے صحیفہ مجھ کو

کیسے کہدوں کہ وہ خورشید ہے غافل مجھ سے
میں نے جب یاد کیا اس نے پکارا مجھ کو

دشتِ بے آب کو پانی بھی وہی دیتا ہے
میرے لفظوں کو معانی بھی وہی دیتا ہے

گردشِ وقت پہ ہر پل ہے تصرف اس کا
میرے سانسوں کو روانی بھی وہی دیتا ہے

وہی دیتا ہے حقیقت میں سکونِ خاطر
طبعِ نازک کو گرانی بھی وہی دیتا ہے

حسنِ یوسفؑ کو وہی دیتا ہے تابِ خورشید
اور ''زلیخا'' کو جوانی بھی وہی دیتا ہے

وہی کرتا ہے تکلم کو ترنم آثار
جرأتِ شعلہ بیانی بھی وہی دیتا ہے

عشق کی جوت جگاتا ہے وہی سینوں میں
دولتِ اشک فشانی بھی وہی دیتا ہے

وہ جو رُوپوش ہے آنکھوں سے بظاہر خورشیدؔ
اپنے ہونے کی نشانی بھی وہی دیتا ہے

❁……❁……❁

تری توصیف معراجِ بیاں ہے
خداوندا تُو خلاقِ جہاں ہے

تُو مالک ہے مکان و لامکاں کا
زمیں تیری ہے، تیرا آسماں ہے

ہر اک شے کائناتِ بے کراں کی
تری تعریف میں رطبُ اللساں ہے

نشانِ بے نشاں ہے تیری ہستی
جہاں دیکھو وہاں تیرا نشاں ہے

زباں پہ کیوں نہ ہو اللہ اکبر
تری عظمت ہر اک شے سے عیاں ہے

ازل سے تا ابد دونوں جہاں میں
ترے ہی نام کا سکہ رواں ہے

خدا کی حمد سے ہے، جس کی نسبت
وہی خورشیدؔ حرفِ جاوداں ہے

❁ ...... ❁ ...... ❁

ہر اک فرد و بشر پر ہے اگرچہ فیضِ عام اس کا
وہی ہے بندۂ مومن، ہوا ہے جو غلام اس کا

یہاں بھی اور وہاں بھی میرے مولا کی حکومت ہے
ازل سے تا ابد جاری رہے گا یہ نظام اس کا

یہی میری محبت ہے، یہی میری عبادت ہے
مرے دل میں ہے یاد اس کی، مرے لب پر ہے نام اس کا

ہماری زندگی کے روز و شب اس نے بدل ڈالے
ہمیں قرآن کی صورت ملا ہے جو پیام اس کا

وہ تائب ہو گناہوں سے، جسے جانا ہو جنت میں
یہی پیغامِ مولا ہے، یہی ہے حکمِ عام اس کا

مرے نزدیک رنج و غم کبھی آنے نہیں پاتے
بہت مسرور ہو جاتا ہوں میں پڑھ کر کلام اس کا

نہیں ہے اس سے بڑھ کر کوئی بھی خوش بخت دنیا میں
وہی ہے کامیاب و کامران جو ہے غلام اس کا

❀……❀……❀

اللہ اکبر

میں بندہ ہوں خدا ہے تُو
فنا ہوں میں بقا ہے تُو

گماں کی ابتدا تجھے سے
یقیں کی انتہا ہے تُو

حُدودِ فہم سے بالا
خرد سے ماورا ہے تُو

ہم ایسے بے سہاروں کا
الٰہی آسرا ہے تُو

"نہ تجھ کو نیند آتی ہے"
ہمیشہ جاگتا ہے تُو

ارادہ باندھتے ہیں ہم
ہمارا حوصلہ ہے تُو

مٹا کر نفرتیں ساری
دلوں کو جوڑتا ہے تُو

برائے نصرتِ آدم
فرشتے بھیجتا ہے تُو

نہیں تجھ سے نہاں کوئی
ہر اک کو دیکھتا ہے تو

❁······❁······❁

مجھے مشکلوں سے نکال دے مرے چارہ گر
مری سب بلاؤں کو ٹال دے مرے چارہ گر

میں فصیلِ ظلمتِ شہر شب میں اسیر ہوں
مرے قلب و ذہن اُجال دے مرے چارہ گر

ابھی اپنے آپ پہ منکشف میں نہیں ہوا
مجھے آگہی کا جمال دے مرے چارہ گر

میں ترے حبیبؐ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں
مجھے سوزِ عشقِ بلالؓ دے مرے چارہ گر

جو مرے کلام کو تیری حمد میں ڈھال دیں
وہ حروف کاسے میں ڈال دے مرے چارہ گر

جو ابد تلک تری رفعتوں کا امین ہو
مجھے ایسا ارفع خیال دے مرے چارہ گر

میں ہوں بے ہنر مجھے فکر و فن کے جہان میں
تُو عروج و اوجِ کمال دے مرے چارہ گر

تری "حمد" پر میری دسترس نہیں ہو رہی
مری فکر کو پر و بال دے مرے چارہ گر

❁......❁......❁

فنا سے توڑ کر اک دن بقا سے جوڑ دے گا
مرا ایقان ہی مجھ کو خدا سے جوڑ دے گا

وہی جس نے مرے افکار کو پرواز بخشی
وہی تاثیر بھی حرفِ دعا سے جوڑ دے گا

وہی نخلِ تمنا کو کرے گا بار آور
وہی دستِ طلب، دستِ عطا سے جوڑ دے گا

تکلّم آشنا، خاموشیوں کو کرنے والا
مجھ ایسے بے نوا کو بھی نوا سے جوڑ دے گا

مجھے معلوم تھا اک روز میرا جذبِ صادق
نوائے شوق کو حمد و ثنا سے جوڑ دے گا

مجھے امید ہے وہ اپنے فیضانِ کرم سے
متاعِ فکر و فن کو ''کیمیا'' سے جوڑ دے گا

مقامِ بندگی مل جائے گا خورشید اس کو
جو اپنا ربط ذاتِ کبریا سے جوڑ دے گا

یہاں بھی تُو وہاں بھی تُو ہی تُو ہے
عیاں بھی تُو نہاں بھی تُو ہی تُو ہے

نگاہوں میں بسے ہیں تیرے جلوے
دلوں کے درمیاں بھی تُو ہی تُو ہے

ہے تُو ہی تُو مری آنکھوں کی ٹھنڈک
مری تسکینِ جاں بھی تُو ہی تُو ہے

ترا ہی نور ہے کون و مکاں میں
مکینِ لامکاں بھی تُو ہی تُو ہے

ترے انوار دشت و کوہ و بن میں
بہارِ گلستاں بھی تُو ہی تُو ہے

خرد سے ماورا ہے ذات تیری
زمیں تا آسماں بھی تُو ہی تُو ہے

مہ و خورشید و انجم تجھ سے روشن
درونِ کہکشاں بھی تُو ہی تُو ہے

❁……❁……❁

کون ہے بگڑے ہوئے کام بنانے والا
کون ہے خفتہ نصیبوں کو جگانے والا

کون زخموں پہ لگاتا ہے شفا کا مرہم
کون ہے زہر کو تریاق بنانے والا

آخرش کون گناہوں سے بچاتا ہے ہمیں
کون ہے راہِ ہدایت پہ چلانے والا

کون قطرے کو سمندر میں بدل دیتا ہے
کون ذرّے کو ہے مہتاب بنانے والا

کون طوفان میں کرتا ہے حفاظت سب کی
کون ہے ڈوبتی کشتی کو بچانے والا

کون ہے تیرے سوا قدرتوں والے یارب
دل کی اُجڑی ہوئی بستی کو بسانے والا

کون ہے قادرِ مطلق کے سوا، اے خورشیدؔ
دامنِ شب پہ ستاروں کو سجانے والا

❁......❁......❁

اے شہنشاہِ زمن اے کردگار
تجھ سے بڑھ کر کون ہے عالی وقار

تیری شانِ کبریائی کی قسم
عظمتیں تیری ہیں بے حدّ و شمار

زندگی اور موت کا مالک ہے تُو
تیرا ہست و بود پر ہے اختیار

ہم کو دکھلا دے صراطِ مُستقیم
زندگانی کا نہیں کچھ اعتبار

تجھ سے کب مخفی ہیں میرے روز و شب
سامنے تیرے ہے میرا حالِ زار

تیرے دامانِ کرم کو چھوڑ کر
جائیں تو جائیں کہاں، پروردگار

مُلتجی ہیں تجھ سے اے ربِ کریم
یہ مرے اشکِ ندامت، بار بار

مغفرت دارد اُمید از لطفِ تُو
زانکہ خود فرمودہ ای "لاتقنطوا"

●……●……●

خامۂ خورشید اہلِ عشق کی تقلید کر
مصحفِ دل پر رقم اللہ کی تحمید کر

خار زارِ معصیت میں کیوں ہے تُو الجھا ہوا
چھوڑ دے عیش و طرب، ایمان کی تجدید کر

بارگاہِ ایزدی میں پیش کرنے کیلئے
اپنے اشکوں سے کتابِ حمد کی تسوید کر

فکروفن کو اس کی توصیف و ثنا میں ڈھال دے
اپنے شعروں میں نمایاں عظمتِ توحید کر

ہے اسی کے ہاتھ میں آغاز بھی انجام بھی
تُو خدا کے نام سے ہر کام کی تمہید کر

جس کی رفعت کی گواہی دے رہی ہے کائنات
اپنے کردار و عمل سے اس کی تُو تائید کر

جس کا تُو خورشید بندہ ہے اسی سے لو لگا
ہر گھڑی اغیار کے افکار کی تردید کر

❁⋯⋯❁⋯⋯❁

تُو ہی غفار ہے، تُو ہی ستار ہے
تُو ہی جبّار ہے، تُو ہی قہّار ہے

کون ہے مثل تُو، ''لاشریک لہٗ''
تُو ہی حمد و ثنا کا سزاوار ہے

کوئی چھوٹا بڑا، شاہ ہو یا گدا
سب کی خاطر کھلا، تیرا دربار ہے

میری منزل بھی تُو، میرا رہبر بھی تُو
قافلہ بھی ہے تُو، تُو ہی سالار ہے

تو ہی مطلع مرا، تُو ہی مقطع مرا
میرا ہر لفظ تیرا پرستار ہے

مہر و الفت سے سینوں کو آباد کر
نفرتوں کا یہاں گرم بازار ہے

مرزا خورشید پر ، ہو نگاہِ کرم
تیرا بندہ ہے، بے شک گنہ گار ہے

اللہ اکبر

ہو تیرے عشق کا دل میں وفور یا اللہ
ہو جب بھی حاضری تیرے حضور یا اللہ

ترے ہی ذکر میں شام و سحر رہوں مشغول
مجھے بھی بخش دے کیف و سُرور یا اللہ

میں تجھ سے دُور رہوں، پھر یہ کیسے ممکن ہے
جو تُو نہیں ہے رگِ جاں سے دُور یا اللہ

بروزِ حشر تری دید ہو نصیب مجھے
نہیں ہے خواہشِ حور و قصور یا اللہ

ہے تیری دین بصارت بھی اور بصیرت بھی
ہے میری آنکھ میں تیرا ہی نُور یا اللہ

مجھے سکون کی دولت سے آشنا کر دے
مسافتوں کی تھکن سے ہوں چُور یا اللہ

طفیلِ خواجۂ بطحیٰؐ معاف فرمادے
اک ایک کر کے مرے سب قصور یا اللہ

مُشکِ خُتن میں، لعل و گہر میں تُو ہی تُو
کوہ و دمن میں، بحر و بر میں تُو ہی تُو

گردشِ وقت کی ڈور ہے تیرے ہاتھوں میں
شام و سحر میں، شمش و قمر میں تُو ہی تُو

تیرے ہی انوار سے روشن قلب و نظر
جلوہ فروزاں دیدۂ تر میں تُو ہی تُو

تری سخاوت کے محتاج ہیں حرف و قلم
اہلِ ہُنر کے طرزِ ہنر میں تُو ہی تُو

"کُن فیکوں" ہے تیرے ہی قبضۂ قدرت میں
ہر"ہونی" ،"انہونی" خبر میں تُو ہی تُو

لالہ و گل میں تیرا ہی عکسِ حُسن و جمال
گلشن گلشن، برگ و شجر میں تُو ہی تُو

تُو نے ہی خورشید کو عزّت و شہرت دی
اس کے اوجِ کمالِ ہُنر میں تُو ہی تُو

•·····•·····•

ہر لمحہ تیرا ذکرِ جلی وردِ زباں ہے
چرچا تری عظمت کا سرِ کون و مکاں ہے

اس راز سے بے بہرہ نہیں اہلِ بصیرت
اوجھل ہے نگاہوں سے قریب رگِ جاں ہے

وہ جس نے نوازا ہے مجھے علم و ہنر سے
اس ذات سے منسوب مرا حسنِ بیان ہے

میں تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں مولا
کاندھوں پہ گناہوں کا مرے بارِ گراں ہے

شرمندۂ تعبیر مرا خواب ہو یارب
تیرا درِ کعبہ مری منزل کا نشاں ہے

ناواقفِ احوال کبھی ہو نہیں سکتا
وہ آنکھ میں مستور ہے وہ دل میں نہاں ہے

گر درد دیا ہے تو مداوا بھی کرے گا
خورشید وہی چارہ گرِ غمزدگاں ہے

اللہ اکبر

ناشاد تھا میں، تُو نے مجھے شاد کیا ہے
ہر رنج و غم و فکر سے آزاد کیا ہے

آسانیاں بخشی ہیں مجھے غیب سے تُو نے
جب بھی کسی مشکل میں تجھے یاد کیا ہے

اعجاز نُمائی ہے تری حمد و ثنا کی
جس نے مرے دل کو سخن آباد کیا ہے

تو نے مجھے ہر گام نیا حوصلہ بخشا
دنیا نے اگرچہ مجھے بے داد کیا ہے

مجھ ایسے خطاکار کو بخشی یہ سعادت
تحمید کا فن تُو نے ہی امداد کیا ہے

کرتا ہوں میں جس نام سے ہر صبح کا آغاز
خورشیدؔ اُسی نام نے دلشاد کیا ہے

خورشید بیگ اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ وہ حمد نگاروں کی صف میں شامل ہو رہے ہیں۔ ایسے حمد نگار جن کی حمدوں کی تعداد پانچ چھ نہیں بلکہ جو اس باب میں صاحبِ کتاب حمد ہیں۔ یہ بلاشبہ بہت بڑی سعادت ہے جو کسی کسی کے حصے میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے خورشید کی محبت، محبتِ محض نہیں اطاعتِ نژاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حمدیہ شاعری کے اندر بھی عقیدت محض کا اظہار نہیں۔ انہوں نے اس اظہار کو جو قرینہ عطا کیا ہے۔ وہ جذبے اور محبت کی گہرائی کے علاوہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ عقیدے اور عقیدت کو شاعرانہ سانچوں میں شائستگی سے ڈھالنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ خورشید کی حمدیہ شاعری میں ندرت اور جاں سپاری کے جذبے لودے رہے ہیں۔ انہوں نے عقیدت نگاری (Devotional Poetry) میں شعری لوازمات کو بھی آمیز کیا ہے [illegible] سبب ان کے کلام میں ایک محبت خیز دل آویزی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ خبر بہجت آثار اور روحانی [illegible] لئے ہوئے ہے کہ حمدیہ مطبوعہ کتب میں ایک اور مجموعے کا اضافہ ہو رہا ہے۔ میں اس کتاب [illegible] خورشید بیگ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں خدا ان کے فیضان کو عام کرے۔ ان کا مجموعہ [illegible] میں قبول ہو۔

مشکور ہو [illegible] گلزار
مبروک متاع [illegible]، زر [illegible] آثار
خورشید! دُعا [illegible] ہے [illegible] سے تیرا
مقبول ہو [illegible] عقیدت اظہار